

MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 5:36:56 AM, 4/7/2015

نصیر اللہ امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

ما قصاصه

الحديث

حضرو

ما یکر:

حافظ زبیر عثمانی

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ مئی ۲۰۰۹ء

۶۰

محدثین کی برتری

اہل بدعت کا احترام نہ کرنا ایمان میں سے ہے

نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد برف المیدین

خاص دلیل کے مقابلے میں مآدیل پیش کرنا غلط ہے

صحیح حدیث وحی ہے

مکتبہ شریعت اسلامیہ

حضرو ملک: پاکستان

www.ishaatulhadith.com

http://www.facebook.com/maktabatulhadith

maktabatulhadith@gmail.com, ishaatulhadith@gmail.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَدْرَسَہ

حَافِظُ زُبَيْرٍ عَلَی زَنِّی

معاونین

حافظ ندیم ظہیر
ابو خالد شاکر
محمد اعظم
ابو جابر عبداللہ دامانوی

اللَّهُ تَعَالَى أَحْسَنُ الْحَدِيثِ

الحديث

نصرت الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 6 | جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ | مئی ۲۰۰۹ء | شمارہ: 5

اس شمارے میں

2	کلمۃ الحدیث	عائزہ مسلمان
3	فقہ الحدیث	عائزہ مسلمان
9	توضیح الاحکام	عائزہ مسلمان
آل دیوبند اپنے خود ساختہ اصولوں کی زد میں (قسط)		
12	محمد زہیر صادق آبادی	
خاص دلیل کے مقابلے میں		
22	عام دلیل پیش کرنا غلط ہے	عائزہ مسلمان
39	اختصار علوم الحدیث (قسط نمبر ۱)	عائزہ مسلمان
49	صحیح حدیث وحی ہے	عائزہ مسلمان

قیمت

فی شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
250 روپے

خط کتابت

مکتبہ الحدیث
حضرت ضلع انک

نشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت
مکتبہ الحدیث
حضرت ضلع انک

برائے رابطہ
0302-5756937

حافظ زبیر علی زئی

کلمۃ الحدیث

محدثین کی برتری

امام ابو حاتم الرازی اور امام ابو زرعہ الرازی وغیرہما کے سچے استاذ ابو محمد عبد اللہ بن الحسن البسجانی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں مصر میں تھا تو جامع مسجد میں اُن لوگوں کا قاضی دیکھا، میں بہت زیادہ بیمار تھا، میں نے اُس قاضی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ”اصحاب الحدیث مسکین ہیں، وہ اچھے طریقے سے فقہ نہیں جانتے۔“ تو میں (بیماری کی وجہ سے زمین پر) گھسٹتے ہوئے اُس کے پاس گیا اور اُسے کہا: مردوں اور عورتوں کے زخموں (ایک دوسرے کو زخمی کرنے کی دیتوں) کے بارے میں نبی ﷺ کے صحابہ کا اختلاف تھا۔ بتاؤ کہ (سیدنا) علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے کیا فرمایا تھا؟ (سیدنا) زید بن ثابت (رضی اللہ عنہ) نے کیا کہا تھا؟ اور (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے کیا فرمایا تھا؟ وہ ہکا بکا، ساکت اور لا جواب ہو کر چپ ہو گیا تو میں نے اُسے کہا: تُو یہ دعویٰ کرتا تھا کہ اصحاب الحدیث اچھے طریقے سے فقہ نہیں جانتے (!) اور میں اصحاب الحدیث میں سے ایک ادنیٰ فرد ہوں، میں نے تجھ سے یہ (ایک) مسئلہ پوچھا ہے جسے تو اچھے طریقے سے نہیں جانتا لہذا تُو کس طرح اُن پر تنقید کرتا ہے کہ وہ ایک چیز نہیں جانتے اور حال یہ ہے کہ تُو خود نہیں جانتا؟

(کتاب الضعفاء لابن زرعہ الرازی ج ۲ ص ۷۳، ۷۴، ۷۵، شرف اصحاب الحدیث للخطیب: ۱۵۳، وسندہ صحیح)

اس سچے واقعے سے ثابت ہوا کہ اہل حدیث (محدثین کرام) کو اہل الرائے اور نام نہاد فقہاء پر ہر دور میں برتری حاصل رہی ہے اور ”فقہاء“ بنے ہوئے لوگ جو کتاب وسنت اور آثار سے بالکل کورے اور جاہل ہوتے ہیں، ہر دور میں محدثین کرام کے مقابلے میں لا جواب اور شکست خوردہ رہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تم میں سے جو ایمان والے ہیں اور جن کو علم عطا ہوا ہے، اللہ ان کے درجے بلند کرے گا“ (المجادلہ: ۱۱، الکتاب ص ۸۲۳)

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحدیث

اہل بدعت کا احترام نہ کرنا ایمان میں سے ہے

(۱۸۶) وعن مالك بن أنس مرسلًا قال قال رسول الله ﷺ :
((ترك فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما : كتاب الله و سنة رسوله .))
رواه في الموطأ .

اور (امام) مالک بن انس (المدنی رحمہ اللہ) سے مرسل (یعنی ضعیف) روایت ہے کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اگر تم انھیں مضبوطی سے
پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت۔
اسے انھوں (امام مالک) نے موطاً (۸۹۹/۲ ج ۱۷۷) میں روایت کیا ہے۔
تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ روایت امام مالک نے معضل (منقطع اور بغیر سند کے) بیان کی ہے لیکن اس کے
بہت سے شواہد ہیں:

① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ألا و إني تارك فيكم الثقلين : أحدهما كتاب الله
(... سن لو! میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں:
اُن میں ایک کتاب اللہ ہے ... (صحیح مسلم: ۲۴۰۸، دار السلام: ۶۲۲۸)
پھر آپ نے اپنے اہل بیت کا ذکر کیا۔

② رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فمن رغب عن سنتي فليس مني)) پس جس
نے میری سنت سے منہ موڑا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۰۶۳، صحیح مسلم: ۱۴۰۱)

③ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم“
اگر تم نبی (ﷺ) کی سنت ترک کر دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

(صحیح مسلم: ۶۵۴، دار السلام: ۱۳۸۸)

دیگر شواہد کے لئے دیکھئے سرفراز صفدر دیوبندی کی کتاب: راہ سنت (ص ۲۵)
ان صحیح شواہد کے ساتھ درج بالا حدیث حسن ہے۔ والحمد للہ
مہر محمد میاں نوالوی دیوبندی نے اس حدیث کے بارے میں اہل سنت سے نقل کیا ہے کہ ”صحیح
ہے۔“ (شیعہ کے ہزار سوال کا جواب ص ۴۹۳ جواب سوال نمبر ۸۳۱)
تنبیہ: روایت مذکورہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قرآن وحدیث کے علاوہ اور کچھ بھی حجت
نہیں۔ قرآن سے عموماً اور حدیث صحیح سے خصوصاً یہ ثابت ہے کہ اجماع شرعی حجت ہے اور
اسی طرح دلائل شرعیہ سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے۔

۱۸۷) وعن غصیف بن الحارث الثمالي قال قال رسول الله ﷺ :
((ما أحدث قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من
إحداث بدعة .)) رواه أحمد.

اور غصیف بن الحارث الثمالي سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس قوم نے
کوئی بدعت نکالی تو اُن سے اُس جیسی سنت اٹھالی گئی لہذا سنت کو مضبوطی سے پکڑنا بدعت
ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

اسے احمد (۴/۱۰۵ ح ۱۷۰۹۵) نے روایت کیا ہے۔
تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کا بنیادی راوی ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی مریم الغسانی ضعیف ہے۔
دیکھئے تقریب التہذیب (۷۹۷) اور سنن ابی داود (۴۲۹۵ تحقیقی)

۱۸۸) وعن حسان قال : ما ابتدع قوم بدعة في دينهم إلا نزع الله من
سنتهم مثلها ثم لا يعيدها إليهم إلى يوم القيامة . رواه الدارمي .

حسان (بن عطیہ تابعی رحمہ اللہ) نے فرمایا: جو قوم بھی اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے تو
اللہ اُن سے اُس جیسی سنت کھینچ لیتا ہے پھر اسے قیامت تک ان کی طرف واپس نہیں بھیجتا۔

اسے دارمی (۹۹ ج ۴۵۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحديث: اس کی سند صحیح ہے۔

یہ تابعی کا قول ہے جسے اصول حدیث میں مقطوع کہتے ہیں۔ امام دارمی سے لے کر حسان بن عطیہ تک سند صحیح ہے۔

(۱۸۹) وعن إبراهيم بن ميسرة قال قال رسول الله ﷺ :

((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ))

رواه البيهقي في شعب الإيمان مرسلًا .

ابراہیم بن میسرہ (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے کسی بدعت کی تعظیم کی تو اس نے اسلام کے گرانے میں تعاون کیا۔ اسے یہ بھی

شعب الايمان (۹۳۶۳، دوسرا نسخہ: ۹۰۱۸) میں مرسلًا (یعنی منقطع) روایت کیا ہے۔

تحقیق الحديث: اس کی سند ضعیف ہے۔

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

① مرسل ہے۔

② ابوہام (راوی) کا تعین نامعلوم ہے۔ شعب الايمان (طبع جدید) کے محقق مختار احمد

ندوی نے ابوہام کو ابوہشام (محمد بن نصر بن سعید الکرمانی) قرار دے کر کہا: مجھے اس کے

حالات نہیں ملے۔ (ج ۱۲ ص ۵۷ ح ۹۰۱۸)

امام ابوبکر محمد بن الحسین الآجری (متوفی ۳۶۰ھ) نے کہا: ”حدثنا أبو الفضل العباس

ابن يوسف الشكلى قال: حدثنا أحمد بن سفيان المصري قال: حدثنا يحيى

ابن عبد الله بن بكير المخزومي قال: حدثنا الليث بن سعد قال: حدثني

هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ :

((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بَدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ))

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی بدعت کی عزت کی تو اس نے اسلام کو گرانے میں مدد

کی۔ (کتاب الشریعۃ طبع جدید ص ۹۶۲ ح ۲۰۴۰)

اس حدیث کے راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

① ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا

② عروہ بن الزبیر: ثقة فقیہ مشہور . (تقریب التہذیب: ۲۵۶۱)

③ ہشام بن عروہ: ثقة إمام فی الحدیث . (کتاب الجرح والتعديل ۶۲/۹)

وہو بری من التذلیس .

④ لیث بن سعد: ثقة ثبت فقیہ إمام مشہور . (تقریب التہذیب: ۵۶۸۴)

⑤ یحییٰ بن عبداللہ بن کبیر: ثقة فی اللیث إلخ . (تقریب التہذیب: ۷۵۸۰)

⑥ احمد بن سفیان النسائی: صدوق مصنف . (تقریب التہذیب: ۴۲۰)

⑦ عباس بن یوسف الشکلی: مقبول الروایة . [اس کی روایت مقبول ہے]

(تاریخ الاسلام للذہبی ۲/۲۳، ۴، الوافی بالوفیات ۳/۱۶، ۳۷۳)

ذہبی اور صفدی کی توثیق کے بعد عرض ہے کہ عباس بن یوسف مذکور (متوفی ۳۱۲ھ)

کے بارے میں خطیب بغدادی اور ابن الجوزی نے کہا: ”وكان صالحًا متنسكًا“ اور وہ

نیک، دیندار تھے۔ (تاریخ بغداد ۱۲/۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵

صاحب نے اس کی روایت کو حسن کہا۔ (دیکھئے السلسلة الضعيفة ۳۹۲/۲ ح ۹۶۷) اور نیک اور دیندار مقبول الروایت عباس بن یوسف کی روایت کو ضعیف قرار دیا، کیا انصاف ہے!! خلاصۃ التحقيق: امام ابوبکر الآجری والی روایت کی سند حسن لذاتہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل بدعت سے بغض رکھنا ایمان میں سے ہے اور دین کا بنیادی مسئلہ ہے۔

(۱۹۰) وعن ابن عباس قال: من تعلم كتاب الله ثم اتبع ما فيه، هداه الله من الضلالة في الدنيا ووقاه يوم القيامة سوء الحساب. وفي رواية قال: من اقتدى بكتاب الله لا يضل في الدنيا ولا يشقى في الآخرة - ثم تلا هذه الآية: ﴿فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى﴾ رواه رزين. اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کا علم حاصل کیا پھر جو اس میں ہے اُس کی اتباع کی، اللہ اسے دنیا کی گمراہی سے (نکال کر) ہدایت دے گا اور قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: جس نے کتاب اللہ کی اقتدا کی، وہ دنیا میں گمراہ نہیں ہوگا اور آخرت میں بدنصیب نہیں ہوگا پھر انھوں نے اس (مذکورہ) آیت کی تلاوت کی: جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب ہوگا۔ اسے رزین (?) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحديث: یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے بے اصل ہے۔ مستدرک الحاکم (۳۸۱/۲ ح ۳۴۳۸) کی ایک روایت میں آیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص قرآن پڑھے اور اس میں جو ہے اُس کی اتباع کرے تو اللہ اسے گمراہی سے ہدایت دے گا اور قیامت کے دن بُرے حساب سے بچائے گا اور یہ اس طرح ہے کہ اللہ نے فرمایا: پس جس نے میری ہدایت کی اتباع کی تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب ہوگا۔ (طہ: ۱۲۳)

اس کی سند عطاء بن السائب کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مصنف عبدالرزاق (۳۸۲/۳ ح ۶۰۳۳) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰/۱۰۷، ۱۰/۱۰۸ ح ۲۹۹۴، ۱۳/۱۳، ۳۷۱/۱۳، ۳۷۲/۱۳ ح ۳۷۲۰) اور تفسیر طبری (۱۶/۱۶۳) میں اس کے ضعیف شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ روایت ضعیف ہی ہے۔ اس باب میں ایک مرفوع روایت بھی ہے جو کہ سخت ضعیف ہے۔ دیکھئے السلسلۃ الضعیفہ (۳۳/۱۰ ح ۴۵۳۱) اس سلسلے کی ایک دوسری مرفوع روایت بھی ہے۔ (دیکھئے المعجم للکبیر للطبرانی ۱۲/۲۸۸ ح ۱۲۳۳۷) اس کی سند عمران بن ابی عمران کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۷/۶۷)

فتنہ انکار حدیث کی ابتدا خوارج نے کی تھی

ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے خوارج نے قرآن ماننے کا دعویٰ کر کے حدیث کا انکار کیا جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اور وہ قرآن پڑھیں گے جو ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (صحیح بخاری: ۵۰۵۸، صحیح مسلم: ۱۰۶۴) یعنی خوارج نہ تو قرآن پر عمل کریں گے اور نہ قرآن کا مفہوم سمجھیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے خوارج کو ”کلاب النار“ [جہنم کے کتے] قرار دیا ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۳۸۲/۴ ح ۱۹۴۱۵، وسندہ حسن)

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے خوارج کو کلاب النار کہا اور اسے مرفوعاً یعنی نبی ﷺ سے بھی بیان کیا۔ (مسند احمد ۵/۴۵۳ ح ۲۲۱۸۳، وسندہ حسن، مسند احمد ۵/۲۵۰ ح ۲۲۱۵۱ میں اس کا حسن شاہد بھی ہے) خوارج کی تقلید کرتے ہوئے روافض، معتزلہ، جہمیہ اور منکرین حدیث نے بھی صحیح احادیث کی حجیت کا انکار کیا اور قرآن کو رسول کے بغیر سمجھنے کا زبان حال سے دعویٰ کیا۔ یہاں یہ بات انتہائی قابل ذکر ہے کہ امت میں فتنہ انکار حدیث کی پیش گوئی نبی کریم ﷺ نے اس فتنے کے وقوع سے پہلے کر دی تھی۔ (دیکھئے سنن ابی داؤد: ۴۶۰۴، وسندہ صحیح)

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد: رفع الیدین

سوال: جب ہم علماء سے سوال کرتے ہیں کہ کیا نماز میں رفع یدین کرنا جائز ہے؟ تو جواب ملتا ہے کہ اُس وقت لوگ بغلوں میں بُت دے کر آتے تھے۔ کیا یہ صحیح کہتے ہیں؟

(حاجی نذیر خان دامان، حضرو)

جواب: بغلوں میں بُت دے کر آنے والی بات اور بُتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا قصہ بالکل جھوٹ ہے جس کا کوئی ثبوت حدیث کی کسی کتاب میں سند کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس صحیح بخاری (۷۳۶) اور صحیح مسلم (۳۹۰) میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، رکوع کرتے وقت بھی آپ اسی طرح کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے تھے اور فرماتے: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) اور سجدے میں آپ ایسا نہیں کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲)

اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے کہ نبی ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۷۳۹ و سندہ صحیح، شرح السنۃ للبخاری ج ۳ ص ۵۶۰ و قال: ”هذا حديث صحيح“)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کے راوی، اُن کے بیٹے سالم بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ بھی شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھنے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(حدیث السراج ۳۲۲، ۳۵، ۱۱۵، سندہ صحیح)

فائدہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث میں فرمایا: ((صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ ﷺ

العشاء في آخر حياته فلما سلم قام.....)) نبی ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دور میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی پھر جب آپ نے سلام پھیرا تو کھڑے ہو گئے۔

(صحیح بخاری: ۱۱۶، صحیح مسلم: ۲۵۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو آخری دور میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا لہذا آپ کا رفع یدین روایت کرنا آخری عمل ہے۔

سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی، آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۷۲ وقال: ”روایت ثقات“، وسندہ صحیح)

اس حدیث کے راوی سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۷۲ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوبکر الصديق رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۷۲ وقال الذہبی فی المہذب فی اختصار السنن الکبیر ۲/۴۹۲ ح ۱۹۴۳: ”روایت ثقات“، وسندہ صحیح)

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے شاگرد (مشہور ثقہ تابعی امام) عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بھی شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۷۲ وسندہ صحیح، وقال ابن حجر فی التلخیص الحیر ۱/۲۱۹ ح ۳۲۸: ”ورجالت ثقات“)

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے شاگرد ایوب السختیانی رحمہ اللہ بھی نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۷۲ وسندہ صحیح)

ایوب السختیانی رحمہ اللہ کے شاگرد (تابعی) حماد بن زید رحمہ اللہ بھی شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۷۲ وسندہ صحیح)

حماد بن زید رحمہ اللہ کے شاگرد ابوالنعمان محمد بن الفضل السدوسی رحمہ اللہ بھی شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/۲۷۲ وسندہ صحیح)

ابوالنعمان محمد بن الفضل رحمہ اللہ کے شاگرد امام بخاری رحمہ اللہ بھی رفع یدین کرتے تھے بلکہ آپ نے رفع یدین کے اثبات پر ایک کتاب ”جزء رفع الیدین“ لکھی ہے جو مطبوع و مشہور ہے۔

معلوم ہوا کہ رفع یدین پر مسلسل عمل دو ربی، دو ربیع، دو ربیعین، دو ربیع تا بعین اور بعد کے ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے لہذا اسے منسوخ یا متروک سمجھنا یا بخلوں میں بھوں والے جھوٹے قصے کے ساتھ اس کا مذاق اڑانا اصل میں حدیث اور سلف صالحین کے عمل کا مذاق اڑانا ہے۔

اگر رفع یدین منسوخ یا متروک ہوتا تو سیدنا ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ کبھی رفع یدین نہ کرتے کیونکہ انھوں نے تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آخری نمازیں پڑھی تھیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اپنے مصلے پر امام مقرر کیا تھا۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ”نور العینین فی (اثبات) مسئلہ رفع الیدین“ (ص ۱۱۹-۱۲۱) والحمد للہ (۱۷/ دسمبر ۲۰۰۸ء)

سوال: کیا نماز میں رفع یدین کرنے سے نیکیاں ملتی ہیں؟

(حاجی نذیر خان دامان، حضرو)

الجواب: جی ہاں! سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”إنه يكتب في كل إشارة يشيرها الرجل بيده في الصلوة بكل إصبع حسنة أو درجة“ نماز میں جو شخص (مننون) اشارہ کرتا ہے، اسے ہر اشارے کے بدلے میں ہر انگلی پر ایک نیکی یا ایک درجہ ملتا ہے۔ (المعجم الكبير للطبراني ۱۷/ ۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن، مجمع الزوائد ۲/ ۱۰۳، وقال البيهقي: ”واسنادہ حسن“، معرفت السنن والآثار للبيهقي ج ۱ ص ۲۲۵ قلمی)

اس روایت پر مفصل تحقیق کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۸۱-۱۸۶)

یاد رہے کہ رفع یدین نہ کرنے پر کسی نیکی یا ثواب کا ملنا کسی بھی حدیث یا اثر سے ثابت نہیں ہے۔

زبیر صادق آبادی

آل دیو بندی اپنے خود ساختہ اصولوں کی زد میں (قسط نمبر ۵)

۴۶ منیر احمد ملتانی دیو بندی نے لکھا ہے: ”بغیر اہلیت اجتہاد کے دعویٰ اجتہاد کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ نہ عقل مند!“ (۱۲ مسائل ص ۸، دوسرا نسخہ ص ۱۰)

سرفراز صفدر دیو بندی نے خود اپنے بارے میں لکھا ہے: ”مگر جس چیز کا نام علمی طور پر اجتہاد ہے راقم الشیم اپنے آپ کو واللہ باللہ اس کا کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتا بقدر وسعت صرف کتابوں کے حوالے دے سکتا ہے اور بس“ (الکلام المفید ص ۶۷)

دوسری طرف سرفراز صفدر نے اپنی ایک اور کتاب احسن الکلام میں خود اپنے بارے میں لکھا ہے: ”اس کے علاوہ کہیں کہیں میرے اپنے استنباطات اور اجتہادات بھی ہوں گے۔ ان میں غلطی کا واقع ہونا بہت اغلب ہے،“ (احسن الکلام جلد ۱ ص ۴۱)

اب دیو بندی بتائیں! کہ منیر احمد ملتانی جھوٹا ہے یا سرفراز صفدر پاگل ہے؟! تنبیہ: اگر کوئی دیو بندی کہے کہ سرفراز صفدر نے اپنے اجتہادات میں غلطی واقع ہونے کا امکان ظاہر کر دیا ہے تو پھر اعتراض کیسا؟ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ دیویوں کے ”شیخ الاسلام“ مفتی محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: ”اور آئمہ مجتہدین کے بارے میں تمام مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے ہر اجتہاد میں خطا کا احتمال ہے،“

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۵)

۴۷ ایک اہل حدیث عالم محمد ایوب صاحب سے مخاطب ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”ان کا فرض تھا کہ وہ کسی حدیث کی صحت اور ضعف دلیل شرعی سے ثابت کرتے اور دلیل شرعی ان کے ہاں صرف اور صرف فرمان خدا اور فرمان رسول ہے۔“

(تجلیات صفدر جلد ۷ ص ۲۰۰)

قطع نظر اس سے کہ اہل حدیث کے نزدیک اجماع اور اجتہاد حجت ہے یا نہیں ہم یہاں اس بحث کو نظر انداز کرتے ہیں، البتہ ماسٹر امین کے اصولوں کے مطابق جو شخص جتنے دلائل کا قائل ہوگا حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے میں بھی انھیں دلائل سے ثابت کرنے کا پابند ہوگا۔

سرفراز صفر کے بیٹے عبدالحق نقشبندی نے لکھا ہے: ”دلائل شرعیہ چار ہیں۔ (۱) قرآن حکیم... (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.... (۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد.... ان ہی دلائل اربعہ کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔“ (مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۳)

اب دیوبندیوں کو چاہئے تھا کہ ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق حدیث کو صحیح یا ضعیف بھی اللہ تعالیٰ سے یا رسول اللہ ﷺ سے یا اجماع امت سے یا امام ابوحنیفہ سے ثابت کرتے مگر افسوس! کہ دیوبندی ماسٹر امین کے اصول کی پابندی نہ کر سکے بلکہ خود ماسٹر اوکاڑوی بھی اپنے اصول کی پابندی نہ کر سکا۔

مثال کے طور پر سیدنا ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث جو عبد الحمید بن جعفر رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔ اس حدیث کو دیوبندیوں کے شیخ الحدیث فیض احمد ملتانی نے صحیح کہا ہے۔ دیکھئے نماز مدلل (ص ۱۳۷، ۱۳۸)

اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے تجلیات صفر (جلد ۲ ص ۲۹۷)

اب دیوبندی بتائیں! کہ فیض احمد ملتانی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟ یا رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟ یا اجماع امت سے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟ یا امام ابوحنیفہ کے قول سے اس حدیث کو صحیح کہا ہے؟!

لیکن ماسٹر اوکاڑوی نے چونکہ اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لہذا دیوبندی بتائیں کیا اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے یا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے یا اس حدیث کو امام ابوحنیفہ نے ضعیف کہا ہے؟ اگر کسی دیوبندی نے پہلی تین دلیلوں میں سے کسی ایک کا بھی نام لیا تو مندرجہ ذیل باتوں میں سے کوئی نہ کوئی بات ضرور ثابت ہو جائے گی:

- ① اللہ تعالیٰ نے تو اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن اوکاڑوی ضعیف کہتا ہے۔
 - ② اللہ تعالیٰ نے تو اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن فیض احمد ملتانی صحیح کہتا ہے۔
 - ③ نبی ﷺ نے تو اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن اوکاڑوی ضعیف کہتا ہے۔
 - ④ نبی ﷺ نے تو اس حدیث کو ضعیف کہا ہے لیکن فیض احمد ملتانی صحیح کہتا ہے۔
 - ⑤ اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع ہے لیکن اوکاڑوی اسے ضعیف کہتا ہے۔
 - ⑥ اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے لیکن فیض احمد ملتانی اسے صحیح کہتا ہے۔
- اجماع کے متعلق ماسٹر اوکاڑوی کا قول ہے: ”اجماع اُمت کا مخالف بننے کتاب و سنت دوزخی ہے۔“ (تجلیات صفر جلد ۱ ص ۲۸۷)

اب رہی بات قیاس مجتہد کی، اگر امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو اوکاڑوی نے ضعیف کہہ کر امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے اور اگر امام ابوحنیفہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے تو فیض احمد ملتانی نے صحیح کہہ کر امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے۔!

اگر امام ابوحنیفہ نے نہ اس حدیث کو صحیح کہا ہے نہ ضعیف تو دیوبندی اصولوں کے مطابق چار دلیلوں کے سوا اور کوئی دلیل ہے ہی نہیں کیونکہ سرفراز صفر کے بیٹے عبدالحق نقشبندی نے لکھا ہے: ”دلائل شرعیہ چار ہیں۔ (۱) قرآن حکیم ... (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد.... ان ہی دلائل اربعہ کو اصول فقہ کہا جاتا ہے۔“

(مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۳)

مزید لکھا ہے: ”جب یہ معلوم اور واضح ہو چکا کہ مقلد اپنی فقہ اور اصول فقہ کی روشنی میں دلائل اربعہ کے دائرہ میں بند رہنے کا پابند ہوتا ہے۔ اور ان سے باہر نکلنے کی صورت میں وہ مقلد رہتا ہی نہیں۔“ (مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب ص ۱۴)

اب ظاہر ہے فیض احمد ملتانی اور ماسٹر اوکاڑوی دونوں (اگر امام ابوحنیفہ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب نہ کریں تو بھی) دیوبندی اصولوں کے مطابق دلائل اربعہ کے دائرے سے نکل چکے ہیں اور مقلد نہیں رہے ورنہ ایک تو ان دونوں میں سے یقینی طور پر دلائل اربعہ

کے دائرے سے نکل چکا ہے اور مقلد نہیں رہا۔ اور تقلید کے ترک کرنے والے کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ”دیکھا تقلید چھوڑنے کا بد نتیجہ، سب کچھ گیا، اب ایک چمٹا ہاتھ میں لے لو اور گلی بازار میں چمٹا بجاتے پھر واور گاتے پھرو۔“

مجرد سب سے اعلیٰ ہے نہ جو رو ہے نہ سالا ہے“ (تجلیات صفہ جلد ۶ ص ۷۲) اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا فیض احمد ملتانی اور ماسٹر امین اوکاڑوی اس لائق تھے کہ چمٹا بجاتے پھرتے اور گاتے پھرتے یا ماسٹر اوکاڑوی اصول بنانے میں جھوٹا ہے؟! تنبیہ: اگر کوئی دیوبندی کہے کہ ماسٹر امین اوکاڑوی اور فیض احمد ملتانی دونوں مجتہد تھے دونوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق حدیث کو صحیح یا ضعیف کہا ہے۔ تو عرض ہے کہ خود ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید باقی رہ گئی۔“ (تقریظ علی الکلام المفید ص ۸) منیر احمد ملتانی دیوبندی نے لکھا ہے: ”بغیر اہلیت اجتہاد دعویٰ اجتہاد کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ نہ عقل مند!“ (۱۲ مسائل ص ۸، دوسرا نسخہ ص ۱۰)

۴۸ مفتی جمیل دیوبندی کے بقول کسی رفع یدین کے قائل نے ترک رفع یدین کی ایک روایت پر ایک اعتراض یہ کیا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے تساہلاً حسن کہہ دیا ہے تو مفتی جمیل نے اس کا جواب یوں دیا: ”اور اگر تساہلاً کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام ترمذی جیسا عظیم محدث، حدیث کے متعلق رائے دینے کے معاملے میں انتہائی غیر ذمہ دار واقع تھا۔ یہ امام ترمذی پر وہ الزام ہے جس کا جواب قائلین رفع کے ذمہ ہے۔“

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ نماز ص ۲۱۲)

دوسری طرف آل دیوبند کے شیخ الہند محمود حسن دیوبندی نے کہا: ”اگرچہ ترمذی اس کو حسن کہتے ہیں۔ لیکن محمد بن اسحاق کی جس قدر تضعیف کی گئی ہے اس سے... یہ قابل عمل نہ رہی...“ (تقاریر شیخ الہند ص ۶۸)

سنن ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے جرابوں پر مسح کیا (ح ۹۹ و قال:

”هذا حديث حسن صحيح“ اس حدیث کے متعلق تقی عثمانی دیوبندی نے کہا:
”اس حدیث کی تصحیح میں امام ترمذی سے تسامح ہوا ہے،“ (درس ترمذی جلد ۱ ص ۳۳۶)
اسی حدیث کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”امام ترمذی اس بارے میں
متساهل ہیں.....“ (تجلیات صفدر جلد ۲ ص ۱۷۶)

اب دیوبندی بتائیں! کہ محمود حسن، تقی عثمانی اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے بھی امام
ترمذی رحمہ اللہ پر وہ الزام لگایا ہے جس کا جواب ان دیوبندیوں کے ذمہ ہے یا مفتی جمیل
الزام لگانے میں جھوٹا ہے!؟

۴۹ فقیر اللہ دیوبندی نے ایک راوی جعفر بن میمون کا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے:
”امام حاکم اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ”لا صلوة
السخ“ کے بارے میں متفقہ طور پر فرماتے ہیں کہ اس کی سند یا متن پر کوئی غبار نہیں ہے یعنی
کسی قسم کی کوئی جرح نہیں ہے۔ امام ابوداؤد اور علامہ منذری رحمہما اللہ بھی اس پر کسی قسم کی
جرح سے خاموش ہیں مگر حضرات غیر مقلدین کی کمین گاہ سے روایتی غیر مقلدانہ تیر و نشتر
کے ساتھ اس کے راوی جعفر بن میمون کو نہایت بُری طرح سے مجروح کیا گیا ہے
دیکھئے توضیح الکلام ج ۱ ص ۱۳۰، ۱۳۱“ (خاتمة الکلام ص ۵۵۷)

دوسری طرف ایک راوی نافع بن محمود رحمہ اللہ کی بیان کردہ حدیث کو بھی حاکم اور ذہبی
نے صحیح کہا ہے اور امام ابوداؤد اور علامہ منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔

چنانچہ فقیر اللہ دیوبندی نے خود لکھا ہے: ”بے شک امام حاکم نے نافع بن محمود کی حدیث کو صحیح
کہا ہے اور علامہ ذہبی نے بھی اس کے ساتھ موافقت کی ہے مگر....“ (خاتمة الکلام ص ۴۵۰)

اور اپنی اسی کتاب میں نافع بن محمود کی حدیث پر امام ابوداؤد اور علامہ منذری کے
سکوت کا جواب یوں دیا: ”جب نافع کو دوسرے محدثین نے مجہول کہا ہے تو امام ابوداؤد اور
علامہ منذری کے سکوت سے اس کی حدیث کا قابل عمل ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے....“

(خاتمة الکلام ص ۴۶۰)

نافع بن محمود کی حدیث فقیر اللہ دیوبندی کے اپنے اصول کے مطابق بھی صحیح تھی اور نافع بن محمود ثقہ تھے لیکن چونکہ نافع بن محمود نے فاتحہ خلف الامام کے متعلق حدیث بیان کی ہے اس لیے فقیر اللہ دیوبندی نے کہا: ”مگر نافع بن محمود چونکہ مبہول ہے اس لئے یہ موصول طریق بھی ضعیف ہے“ (خاتمہ الکلام ص ۴۴۲)

فقیر اللہ دیوبندی کے اصول کے مطابق یہ کہا جاسکتا ہے کہ نافع بن محمود کی حدیث کو امام حاکم اور علامہ ذہبی صحیح کہتے ہیں اور امام ابو داؤد اور علامہ منذری بھی اس پر جرح سے خاموش ہیں مگر حضرات مقلدین (خصوصاً دیوبندیوں) کی کمین گاہ سے اس راوی نافع بن محمود کو بری طرح مجروح کیا گیا۔

لیکن ہم نے یہاں ایک دلچسپ بات عرض کرنی ہے اور اپنے ”روایتی“ انداز میں آل دیوبند سے سوال پوچھنا ہے اور وہ بات یہ ہے کہ جس چیز کو فقیر اللہ دیوبندی نے غیر مقلدین کی کمین گاہ کہا ہے وہ کیا ہے؟ فقیر اللہ دیوبندی نے توضیح الکلام (ص ۱۳۰، ۱۳۱) دیکھنے کو کہا تھا، جب حوالے کو دیکھا تو حیران رہ گئے۔ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

”علامہ ماردینی حنفیؒ لکھتے ہیں: یہ جعفر بن میمونؒ ہے جس کی کنیت ابو علیؒ ہے اور ابن معینؒ اور ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس کی کنیت ابو العوام ہے۔ ابن حنبلؒ نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ابن معینؒ نے کہا ہے وہ کچھ نہیں، اور نسائیؒ نے کہا ہے وہ ثقہ نہیں۔ (الجوہر النقی ص ۳۷ جلد ۲) بلکہ علامہ عینیؒ نے تو بڑے جزم سے کہا کہ: مسند میں جو جعفر کا ذکر ہے تو وہ جعفر بن میمونؒ ہے جس میں کلام ہے یہاں تک کہ نسائیؒ نے صراحت کی ہے کہ وہ ثقہ نہیں (عمدة القاری ص ۱۴، جلد ۲)“ (توضیح الکلام جلد ۱ ص ۱۳۰، ۱۳۱)

اب دیوبندی بتائیں! کہ وہ علامہ ماردینی حنفیؒ اور علامہ عینی حنفیؒ کی آراء کو کمین گاہ سے روایتی مقلدانہ تیر و نشتر کہیں گے یا فقیر اللہ دیوبندی کو الزام لگانے کی وجہ سے جھوٹا سمجھیں گے؟!

۵۰۔ اہل حدیث عالم مولانا عبدالرحمن شاہین حفظہ اللہ کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے

لکھا ہے: ”خیانت نمبر ۳۷

شاہین صاحب مالک بن الحویرث کا شاگرد یہاں ابو قلابہ ہے جو ناصبیت کی طرف مائل تھا (تقریب) یعنی اہل بیت نبوی ﷺ کے مخالف تھا۔ آپ رفع یدین کیلئے کبھی کسی شیعہ کی چوکھٹ پر سجدہ کرتے ہیں کبھی کسی ناصبی کے پاؤں چاٹتے ہیں: (تجلیات صفحہ ۲ ص ۴۹۳) لیکن جب ماسٹر امین اوکاڑوی نے ابو قلابہ رحمہ اللہ کا قول اپنی تائید میں نقل کرنا تھا تو بڑی تمیز سے لکھا: ”حضرت ابو قلابہؓ“ (تجلیات صفحہ ۶ ص ۳۷۱)

سرفراز صفدر نے تقلید کو ثابت کرنے کے لئے ابو قلابہ رحمہ اللہ کی تعریف میں لکھا ہے: ”اسی طرح حضرت عنینہؓ کا حضرت ابو قلابہؓ کے متعلق اہل شام کو یہ کہنا کہ اے اہل شام! جب تک تم میں حضرت ابو قلابہؓ یا ان جیسے سمجھدار موجود ہیں تو تم خیریت کے ساتھ ہی رہو گے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۶۳، ج ۲ ص ۱۰۱۹، و مسلم ج ۲ ص ۵۷۵ واللفظ لہ) اور اس طرح کے دیگر ایسے اہل دلائل اور براہین ہیں جن سے اغماض نہیں کیا جاسکتا۔“

(الکلام المفید ص ۹۵، ۹۶)

اسی طرح خود دیوبندیوں نے بھی ابو قلابہ رحمہ اللہ کی بیان کردہ احادیث کو اپنی کتابوں میں بطور دلیل نقل کیا ہے۔ مثلاً: دیکھئے ماسٹر امین اوکاڑوی کی کتاب: مجموعہ رسائل (۳۶/۱) تجلیات صفحہ (۲/۳) تحقیق مسئلہ قرأت خلف الامام چوتھی حدیث۔ (اور فتوحات صفدر ج ۱ ص ۲۹۷، ۳۱۰)

انوار خورشید نے حدیث اور اہلحدیث (ص ۴۳۸ حدیث نمبر ۴، اور ص ۳۱۸ حدیث نمبر ۴، ص ۵۲۳ روایت نمبر ۹ اور ص ۷۰۲ حدیث نمبر ۵) میں ابو قلابہؓ کی بیان کردہ احادیث کو اپنی دلیل بنایا ہے۔

ماسٹر امین اوکاڑوی کے اصول کے مطابق تو انوار خورشید خیانتیں کرنے والا اور ایک ناصبی کے پاؤں چاٹنے والا تھا لیکن ماسٹر امین نے بذات خود اپنے اصول کی مخالفت کرتے ہوئے انوار خورشید کی کتاب کے متعلق کہا: ”مولانا انوار خورشید مدظلہ نے اردو خوان

حضرات کو اس جھوٹے پروپیگنڈے سے بچانے کے لئے ایک کتاب ”حدیث اور اہل حدیث“ نامی تحریر فرمائی۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے عجیب قبولیت عطا فرمائی۔“

(تجلیات صفحہ ۷ ص ۳۰۴)

مزید لکھا: ”احادیث مقدسہ کے اس حسین گلدستہ کے شائع ہونے پر سب سے زیادہ تکلیف اور بوکھلاہٹ نام نہاد فرقہ اہل حدیث کو ہوئی۔۔۔“ (تجلیات صفحہ ۷ ص ۳۰۵)

تو اس طرح ماسٹر امین نے اپنے ہی اصول کے مطابق ایک ناصبی کے پاؤں چاٹنے والے کی تعریف کی۔

لیکن ہم نے تو یہاں ایک دلچسپ بات عرض کر کے دیوبندیوں سے سوال پوچھنا ہے وہ یہ کہ ماسٹر اوکاڑوی کے اصول کے مطابق اگر کوئی شخص اپنے عمل کو ثابت کرنے کے لئے کوئی ایسی روایت پیش کرے جس کی سند میں کوئی شیعہ راوی ہو تو گویا اس کی چوکھٹ پر سجدہ کرنے کے مترادف ہے۔ لیکن دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے ترک رفع یدین کے مسئلہ میں ایک روایت (تجلیات صفحہ ۲ ص ۳۵۰ تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۶، مجموعہ رسائل اوکاڑوی ۱۸۲/۱) نقل کی ہے۔ جس کے ایک راوی محمد بن سائب کلبی کو دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے کافر ثابت کیا ہے۔

دیکھئے ازالۃ الريب (ص ۳۱۴) اور تنقید متین (ص ۱۶۷)

اور دوسرے راوی محمد بن مروان سدی کے متعلق لکھا: ”سدی کذاب اور وضاع ہے“

(اتمام البرہان ص ۴۵۵)

سرفراز صفدر نے کسی بریلوی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ”آپ نے خازن کے حوالے سے سدی کذاب کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی علمی رسوائی کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ داغ ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔“ (اتمام البرہان ص ۴۵۸)

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک کافر اور کذاب کی چوکھٹ پر سجدہ کیا تھا یا وہ الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟ نیز سرفراز صفدر کے اصول کے مطابق علمی رسوائی

کا داغ ماسٹر امین کی پیشانی پر ہمیشہ چمکتا رہے گا یا سرفراز صدر کا اصول ہی باطل ہے؟!
تنبیہ: اصول نمبر ۴۳ میں بھی ماسٹر اوکاڑوی کی بیان کردہ ایک روایت کی حقیقت بیان کی گئی
ہے جس میں کلبی اور سدی کے بارے میں دیوبندی حوالے لکھے گئے ہیں، دوبارہ پڑھ لیں۔

۵۱) ماسٹر امین اوکاڑوی نے حکیم صادق سیالکوٹی پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے:
”جو احادیث نقل کی ہیں ان کے بظاہر معارض جو احادیث تھیں ان کا نام تک نہیں جو
رسول اللہ ﷺ سے فریب اور فراڈ ہے کہ احادیث کا ایک پہلو لے لیا گیا اور دوسرا نظر انداز
کر دیا گیا“ (تجلیات صفحہ ۴ ص ۲۵۱)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی کی پسندیدہ کتاب (دیکھئے تجلیات صفحہ ۷
ص ۳۰۴، ۳۰۵) حدیث اور المحدث میں بھی انوار خورشید نے جو احادیث نقل کی ہیں ان
کے بظاہر معارض جو احادیث تھیں ان کا نام تک نہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے مولانا داود ارشد حفظہ اللہ کی کتاب حدیث اور اہل تقلید۔

اب دیوبندی بتائیں! کہ کیا انوار خورشید نے اوکاڑوی اصول کے مطابق رسول اللہ

ﷺ سے فریب اور فراڈ کیا ہے یا ماسٹر امین اوکاڑوی الزام لگانے میں جھوٹا ہے؟

۵۲) آل دیوبند کے ”رئیس الحقائق“ ابو بکر غازی پوری نے لکھا ہے: ”امت کا اتفاق
ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ صحیح کوئی دوسری کتاب نہیں، علماء سلف و خلف
نے اس کتاب کو زبردست حسن قبول عطاء کیا، درس و تدریس، شرح و تعلیق، استدلال و
استخراج، افادہ و استفادہ ہر ممکن شکل سے یہ کتاب علماء امت کی دل چسپی کا محور بنی ہوئی
ہے، کسی حدیث کی صحت کیلئے بس یہ کافی کہ وہ بخاری شریف میں موجود ہے، اور بلاشبہ یہ
کتاب اسلام کا وہ علمی کارنامہ ہے کہ اہل اسلام اس پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے اس کی عظمت
شان کا انکار صرف شیعوں نے کیا، یا منکرین حدیث نے یا پھر آج کے غیر مقلدین نے۔“

(آئینہ غیر مقلدیت از غازی پوری ص ۲۰۶، ۲۰۷)

جبکہ دوسری طرف ماسٹر امین اوکاڑوی نے اپنے کسی ”حنفی“ محشی سے نقل کرتے ہوئے کہا:

”انہوں نے لکھا ہے کہ یہ جو لوگ کہتے ہیں بخاری اصح الکتب ہے تحکم لا يجوز تقلید فیہ یہ بالکل ناانصافی کی بات ہے اسے ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔“

(فتوحات صفدر ج ۱ ص ۱۳۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۱۵۹)

اور عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”ابھی پتہ چل جائے گا تمہارا اور تمہارے امام بخاری کا“ (شادی کی پہلی دس راتیں ص ۱۸)

ایک اور جگہ لکھا ہے: ”تمہاری بخاری نے تو مجھے شرمسار کیا“ (شادی کی پہلی دس راتیں ص ۱۷)

اب دیوبندی بتائیں! کہ ماسٹر امین اوکاڑوی اور عبدالغنی شیعہ ہیں یا منکر الحدیث یا پھر غیر مقلد؟

۵۳ دیوبندیوں کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ”راقم اشیم نے بحمد اللہ تعالیٰ پورے سولہ سال درس نظامی کا مکمل نصاب پڑھا ہے اور پھر اڑتالیس سال سے پڑھا رہا ہے اور درس نظامی کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو کئی کئی بار نہ پڑھائی ہو مگر جس چیز کا نام علمی طور پر اجتہاد ہے راقم اشیم اپنے آپ کو واللہ باللہ اس کا کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتا بقدر وسعت صرف کتابوں کے حوالے دے سکتا ہے اور بس...“ (الکلام المفید ص ۶۷)

ماسٹر امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ”ہم نادان ہیں اجتہادی قوت میں، مسائل میں عالم ہیں۔“ (فتوحات صفدر ج ۱ ص ۲۵۱، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۲۱)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ”الغرض پیش آمدہ غیر منصوص مسائل میں تا قیامت اجتہاد جاری اور جائز ہے۔“ (الکلام المفید ص ۶۷)

ان دیوبندی اصولوں سے ثابت ہوا کہ اجتہاد تا قیامت جاری رہے گا لیکن کرے گا کون؟ سرفراز صفدر نے تو قسم اٹھا کر اپنے آپ کو نااہل ثابت کر دیا اور ماسٹر امین نے خود اپنے بارے میں کہا ہم نادان ہیں اجتہادی قوت میں۔

اب دیوبندی بتائیں! کہ دیوبندی عوام اجتہادی مسائل اہل حدیث سے پوچھ لیا کریں یا پھر آل دیوبند کے اصول ہی بے بنیاد اور غلط ہیں؟ (باقی آئندہ، ان شاء اللہ)

حافظ زبیر علی زئی

خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل پیش کرنا غلط ہے

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد :

دلائل ہمیشہ دو قسم کے ہوتے ہیں : خاص یا عام

خاص دلیل عام کے مقابلے میں کسی خاص فرد یا چیز پر مشتمل ہوتی ہے مثلاً سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا فرمایا لہذا اس لحاظ سے آپ اللہ کی مخلوقات میں سے ایک خاص مخلوق ہیں۔

محمد عظیم الاحسان نامی ایک شخص نے لکھا: ”ہو کلّ لفظ وضع لمعنی معلوم علی الانفراد جنساً کانس أو نوعاً کر جل أو عیناً کزید“

خاص ہر وہ لفظ ہے جسے افراد کے طور پر معلوم معنی کے لئے وضع کیا جائے: بلحاظ جنس ہو جیسے انسان، بلحاظ نوع ہو جیسے مرد یا بلحاظ عین ہو جیسے زید۔ (التعریفات الفقہیہ ص ۲۷۲، الجاء)

یہ لفظ فرد سے عبارت ہے اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوتا۔

دیکھئے التعریفات للرجحانی (ص ۴۴) یہ عام کی ضد ہے۔ دیکھئے علمی اردو لغت (ص ۶۶۱)

عام دلیل خاص کے مقابلے میں عام افراد یا تمام چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے مثلاً تمام انسان وغیرہ۔ عبید اللہ اسعدی نامی ایک تقلیدی شخص نے کہا: ”عام... وہ لفظ جس کو ایک معنی و مفہوم کے غیر محصور افراد کے لئے ایک ہی مرتبہ میں وضع کیا گیا ہو“ (اصول الفقہ ص ۱۰۶)

عام اور خاص کا مسئلہ سمجھانے کے لئے پانچ مثالیں پیش خدمت ہیں:

مثال اول: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ پس مشرکوں کو قتل کرو۔ (التوبہ: ۵)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے والے کافروں کے بارے میں مجاہدین کو حکم دیا گیا ہے کہ مشرکین کو جہاں بھی (حالت جنگ میں) پاؤ قتل کر دو۔

جبکہ صحیح حدیث میں آیا ہے: ((ولا تقتلوا ولیداً)) اور بچے کو قتل نہ کرو۔

(صحیح مسلم: ۱۷۳۱، دارالسلام: ۴۵۲۲)

اس حدیث اور دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حالت جہاد میں نابالغ بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو (جان بوجھ کر، بغیر شرعی دلیل کے) قتل کرنا ممنوع ہے۔
اول الذکر آیت عام ہے اور حدیث خاص ہے۔

مثال دوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾

تم پر مردار حرام ہے۔ (المائدہ: ۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذبح کے بغیر خود بخود مرد جانے والا ہر حلال جانور، اس حالت میں حرام ہے۔ جبکہ حدیث میں آیا ہے: ((الحل میتہ)) سمندر کا مردار حلال ہے۔ (موطأ امام مالک رولیتہ ابن القاسم تحقیقی: ۲۷۲ وسندہ صحیح، سنن ابی داود: ۸۳، ت: ۶۹ وقال: ”حسن صحیح“ وصحہ ابن خزیمہ: ۱۱۱، وابن حبان، الموارد: ۱۱۹)

معلوم ہوا کہ ہر مردار حرام ہے لیکن سمندر کا مردار (یعنی مچھلی) حلال ہے۔

مثال سوم: کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ ہر مسلمان بالغ عاقل مرد اور عورت پردن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ (یہ عام دلیل ہے)
حائضہ عورت پر حالت حیض میں نماز فرض نہیں بلکہ اس حالت میں اس کے لئے نماز پڑھنا حرام ہے۔ (یہ خاص دلیل ہے)

مثال چہارم: مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننا حرام ہے۔ (یہ عام دلیل ہے)
اگر کسی مرد کو خارش وغیرہ کی بیماری ہو اور اسے شرعی ضرورت ہو تو ریشمی لباس پہننا جائز ہے۔ (یہ خاص دلیل ہے)

مثال پنجم: اگر کوئی شخص چوری کرے اور یہ چوری نصاب تک پہنچ جائے تو اسلامی عدالت میں اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ (یہ عام دلیل ہے)
اگر کوئی شخص پھل چرائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا لیکن تعزیر اور جرمانہ لگایا جاسکتا

ہے۔ (یہ خاص دلیل ہے)

ان مثالوں سے ثابت ہوا کہ دلائل دو طرح کے ہوتے ہیں: خاص اور عام
اصول فقہ کا مشہور مسئلہ ہے کہ خاص دلیل عام دلیل پر مقدم ہوتی ہے (لہذا عام دلیل کو خاص
دلیل کے مقابلے میں پیش کرنا غلط اور مردود ہے۔) مثلاً:

۱: حافظ ابن حجر العسقلانی نے ایک حدیث سے استنباط کر کے لکھا ہے:

”وَأَنَّ الْخَاصَّ يَقْضِي عَلَى الْعَامِ“ اور بے شک خاص عام پر قاضی (حاکم اور فیصلہ
کن) ہے۔ (فتح الباری ۱/۸۹ ج ۳۲)

۲: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا: ”والدلیل الخاص مقدم علی العام“

اور خاص دلیل عام پر مقدم ہے۔ (مجموع فتاویٰ ج ۳ ص ۱۴۱)

۳: شیخ ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا:

”وَلَا شَكَّ أَنَّ الْخَاصَّ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِ“

اور اس میں شک نہیں کہ عام پر خاص مقدم ہے۔ (تفسیر البحر المحیط ج ۳ ص ۱۶۸، سورۃ النساء: ۱۰۱)

۴: فخر الدین رازی نے لکھا: ”وَلَا شَكَّ أَنَّ الْخَاصَّ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِ“

اور اس میں شک نہیں کہ عام پر خاص مقدم ہے۔ (تفسیر رازی ج ۵ ص ۵۰، سورۃ البقرۃ: ۱۷۸)

۵: ابوشامہ نے کہا: ”فَإِنَّ الْخَاصَّ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِ“

پس بے شک عام پر خاص مقدم ہے۔ (الباعث علی انکار البدع ج ۱ ص ۶۵ بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ)

۶: محمد بن علی الشوکانی الیمینی نے لکھا ہے: ”لَأَنَّ الْخَاصَّ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِ“ کیونکہ خاص

عام پر مقدم ہے۔ (نیل الاوطار ۱/۸۵ باب بیان أن من أدرك بعض الصلوة في الوقت فإنه يتمها ..)

۷: ابن الوزیر الیمانی (متوفی ۸۴۰ھ) نے کہا: ”لَأَنَّ الْخَاصَّ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِ“

کیونکہ عام پر خاص مقدم ہے۔ (ایثار الحق علی الخلق ص ۴۱۱)

۸: نواب صدیق حسن خان نے کہا:

”وَقَدْ تَقَرَّرَ أَنَّ الْخَاصَّ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِ“ اور یہ مقرر ہو چکا ہے کہ عام پر خاص مقدم

- ہے۔ (الروضة النديہ شرح الدرر البہیہ ج ۲ ص ۱۹۶ باب الذبح)
- ۹: ابن عابدین شامی نے قلابازیوں کے باوجود علماء سے نقل کیا کہ ”اذا قوبل الخاص بالعام يراد به ما عدا الخاص“ اگر خاص کا عام کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو خاص کے علاوہ مراد ہوتا ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین ج ۲ ص ۲۹۷)
- ۱۰: انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا: ”فیذا ورد خاص في موضع و شمله العام أيضًا و تعارض في الحكمين لا يعتد بهذا العام أصلاً و يكون الحكم حكم الخاص“ جب کسی خاص چیز کے بارے میں خاص دلیل وارد ہو اور عام بھی اُسے شامل ہو اور حکم میں دونوں کا تعارض ہو تو اس عام کا سرے سے کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور خاص کا حکم (قابل اعتبار) ہوگا۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۵۹)
- ان عبارات اور دیگر اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ عام پر خاص مقدم ہوتا ہے لہذا خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل کبھی پیش نہیں کرنی چاہئے بشرطیکہ دونوں دلیلیں صحیح ہوں۔
- مسئلہ: قرآن مجید کی تخصیص خیر واحد کے ساتھ جائز ہے۔
- امام ابو عوانہ و ضاح بن عبداللہ الیشکری رحمہ اللہ (متوفی ۷۵ھ) سے روایت ہے کہ میں ابو حنیفہ کے پاس حاضر تھا، ایک آدمی نے آپ کی طرف کچھ (سوالات کو) لکھ کر بھیجا تھا تو آپ (جواب میں) کہنے لگے: کاٹا جائے گا (ہاتھ) کاٹا جائے گا۔ حتیٰ کہ اُس شخص نے پوچھا: اگر کوئی شخص (باغ کی) کھجوروں میں سے کچھ پُرائے تو؟ انھوں نے فرمایا: (ہاتھ) کاٹا جائے گا۔ میں نے اس آدمی سے کہا: یہ بات ہرگز نہ لکھنا، یہ عالم کی غلطی ہے۔ ابو حنیفہ نے مجھ سے پوچھا: کیا بات ہے؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ((لا قطع فی ثمر و لا کثر)) پھل اور کھجور کا شکوفہ پُرانے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔
- ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) نے فرمایا: ”امح ذلك و اکتب: لا يقطع، لا يقطع“
- (میری) اس بات کو (کاٹ کر) مٹا دو اور لکھو: نہیں کاٹا جائے گا، نہیں کاٹا جائے گا۔
- (کتاب السنۃ لئلام عبداللہ بن احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۲۱ ح ۳۸۰ و سندہ صحیح، قلمی نسخہ ص ۲۱)

امام ابو عوانہ نے ((لا قطع)) والی جو حدیث پیش کی تھی، موطا امام مالک (نسخہ یحییٰ بن یحییٰ ۸۳۹/۲ ح ۱۶۲۸، تحقیقی) وغیرہ میں موجود ہے۔
نیز دیکھئے تاریخ بغداد للخطیب البغدادی (ج ۱۳ ص ۴۰۸ و سندہ صحیح ابی عوانہ)
اسے امام حمیدی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔
دیکھئے مسند الحمیدی (ج ۸ ح ۴۰۸ تحقیقی و سندہ صحیح، نسخہ دیوبندیہ: ۴۰۷)
یہ حدیث سنن الترمذی (۱۴۴۹) وغیرہ کتب سنن میں بھی موجود ہے۔
امام ابو عوانہ نے تو اسے بطور جرح و تنقید بیان کیا تھا مگر اس سچے قصے سے سات مسئلے ثابت ہیں:

- ① خاص دلیل عام پر مقدم ہوتی ہے۔
 - ② قرآن کی تخصیص خبر واحد صحیح کے ساتھ جائز ہے۔
 - ③ جب خاص دلیل نہ ہو تو عام پر عمل کرنا جائز ہے۔
 - ④ اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فضیلت ہے کیونکہ انھوں نے حدیث معلوم ہونے کے بعد فوراً حدیث کی طرف رجوع کر لیا تھا اور یہی اہل ایمان کی نشانی ہے۔
 - ⑤ اگرچہ عالم کتنا ہی بڑا ہو مگر اس سے بعض دلائل مخفی رہ سکتے ہیں۔
 - ⑥ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ عالم تھے۔
 - ⑦ المجتہد یخطئ و یصیب
- یعنی مجتہد کو بعض اوقات غلطی بھی لگتی ہے اور بسا اوقات اس کی بات صحیح بھی ہوتی ہے۔
تنبیہ: حدیث مذکور کا تعلق درختوں سے لٹکے ہوئے پھلوں کے ساتھ ہے اور یاد رہے کہ پھلوں کے چور پر تعزیر لگ سکتی ہے اور جرمانہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ صحیح حدیث کے ساتھ قرآن مجید کی تخصیص کے قائل و فاعل تھے۔
عبدالحی لکھنوی تقلیدی نے کہا: ”و أما بالخبر الواحد فقال بجوازہ الأئمة

الأربعة...“ اور ائمہ اربعہ کے نزدیک خبر واحد کے ساتھ قرآن کی تخصیص جائز ہے۔

(غیث الغمام حاشیہ امام الکلام ص ۲۷۷)

عبدالحی مذکور کی ولادت سے صدیوں پہلے فوت ہو جانے والے ابو عمر و عثمان بن عمرو بن ابی بکر المعروف: ابن الحاجب النحوی الاصولی المالکی (متوفی ۵۷۱ھ) نے لکھا:

”يجوز تخصيص القرآن بالسنة المتواترة باتفاق ، و أما خبر الواحد فالأئمة الأربعة على الجواز“ إلخ سنت متواتره کے ساتھ قرآن کی تخصیص بالاتفاق (بالاجماع) جائز ہے اور ائمہ اربعہ کے نزدیک خبر واحد کے ساتھ قرآن کی تخصیص جائز ہے۔ إلخ (منتہی الاصول والائل فی علمی الاصول والمجلد ص ۱۳۱)

ابو العباس احمد بن ادریس القرانی (متوفی ۲۸۴ھ) نے کہا: ”و يجوز عندنا و عند الشافعي و أبي حنيفة تخصيص الكتاب بخبر الواحد ..“

ہمارے، شافعی اور ابو حنیفہ کے نزدیک قرآن کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ جائز ہے۔

(شرح تنقيح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول ص ۲۰۸)

علی بن محمد الآمدی الشافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نامی ایک شخص نے لکھا:

”و أما إذا كانت السنة من أخبار الآحاد فمذهب الأئمة الأربعة جوازہ“ اور اگر سنت خبر واحد میں سے ہو تو ائمہ اربعہ کے نزدیک قرآن کی تخصیص جائز ہے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۳۴۷)

علی بن عبد الکافی السبکی نے کہا: ”و فيها بحثان: الأول في جواز تخصيص الكتاب بخبر الواحد و فيه مذاهب أحدها الجواز مطلقاً و هو المنقول عن الأئمة الأربعة و اختاره الإمام و أتباعه منهم المصنف“ اور اس میں دو بحثیں ہیں: اول قرآن کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کا جواز اور اس میں کئی مذہب ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے اور یہ بات ائمہ اربعہ سے منقول ہے اور امام اور ان کے تبعین بشمول (اس کتاب کے) مصنف نے اسے اختیار کیا ہے۔ (الابہاج فی شرح المنہاج علی منہاج

الوصول الى علم الاصول للبيهاقوى تصنيف السبكي ج ۲ ص ۱۷۱، الفصل الثالث بحواله المكنية الشاملة)
۱۸۲ھ میں فوت ہونے والے محمد بن اسماعیل الامير الصنعاني کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ
اربعہ اور جمہور کے نزدیک قرآن کی تخصیص خبر واحد کے ساتھ جائز ہے۔

دیکھئے اجابۃ السائل شرح بغیۃ الآمل (اصول الفقہ ص ۳۲۹)

ان حوالوں اور امام ابو حنیفہ کے سچے قصے سے ثابت ہوا کہ قرآن کی تخصیص صحیح
حدیث کے ساتھ جائز ہے، چاہے خبر واحد ہی کیوں نہ ہو جبکہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین
الانصاری (تقلیدی) نے علانیہ لکھا ہے: ”لا يجوز عند الحنفية تخصيص الكتاب
بخبر الواحد“ حنفیہ کے نزدیک خبر واحد کے ساتھ قرآن کی تخصیص جائز نہیں ہے۔

دیکھئے فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت (ج ۱ ص ۳۲۹)

ائمہ اربعہ کے خلاف چلنے والے ان تقلیدی حنفیوں نے یہ نظریہ کہاں سے لیا ہے؟ اس کا
جواب ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (متوفی ۵۰۵ھ صاحب احیاء علوم الدین) کے قلم سے
پیش خدمت ہے:

غزالی نے کہا: ”قالت المعتزلة: لا يخصص عموم القرآن بأخبار الآحاد فإن
الخبر لا يقطع بأصله بخلاف القرآن“ معتزلہ نے کہا: قرآن کے عموم کی تخصیص
خبر واحد کے ساتھ نہیں کی جائے گی، کیونکہ قرآن کے برخلاف، خبر اصل کے لحاظ سے قطعی
نہیں ہوتی۔ (المختول من تعليقات الاصول ص ۲۵۲)

معتزلہ کے اس قول کو غزالی نے رد کر دیا اور کہا: ”والمختار: أنه يخصص“ اور مختار
(جسے اختیار کیا گیا) یہ ہے کہ وہ (خبر واحد عموم قرآن کی) تخصیص کرتی ہے۔ (ایضاً ص ۲۵۳)
حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: ”وقد ذهب الجمهور إلى جواز تخصيص
عموم القرآن بخبر الآحاد“ جمہور کا یہ مذہب ہے کہ عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد
کے ساتھ جائز ہے۔ (فتح الباری ۱۶۲/۹ تحت ح ۵۱۰۸-۵۱۱۱)

اب تیس (۳۰) مثالیں پیش خدمت ہیں، جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحیح حدیث

(خبر واحد) کے ساتھ قرآن مجید کی تخصیص کرنا بالکل جائز، صحیح بلکہ ضروری ہے:

۱) قرآن مجید سے ثابت ہے کہ (حلال جانور اگر) مردار (ہو جائے تو) حرام ہے۔ جبکہ خبر واحد سے ثابت ہے کہ سمندر کا مردار (یعنی مچھلی) حلال ہے۔

دیکھئے یہی مضمون (شروع والا حصہ) مثال دوم۔

۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا﴾ اور جو کوئی چور ہو مرد یا عورت، تو کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ۔ (المائدہ: ۳۸، ترجمہ عبدالقادر دہلوی ص ۱۳۸)

اس آیت کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی چوری میں ہاتھ کاٹ دینا چاہئے لیکن صحیح حدیث میں ایک خاص نصاب مقرر کیا گیا ہے، جس سے کم کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ نیز دیکھئے یہی مضمون (شروع والا حصہ) مثال پنجم۔

۳) سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے (بطور تعظیم) سجدہ کیا تھا۔

(دیکھئے سورہ یوسف: ۱۰۰)

اس آیت کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندے کو سجدہ تعظیمی کرنا جائز ہے جبکہ صحیح حدیث (خبر واحد) میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((فإني لو أمرت أحدا أن يسجد لغير الله لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها)) الخ پس اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرے تو عورت (بیوی) کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(سنن ابن ماجہ: ۱۸۵۳، وسندہ حسن وصحیح ابن حبان، الموارد: ۱۲۹۰، والحاکم ۲/۱۷۲، علی شرط الشیخین ووافقه الذہبی)

معلوم ہوا کہ شریعت محمدیہ میں سجدہ تعظیمی کرنا جائز نہیں ہے۔

۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاحْلَلْ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾

اور حلال ہوئیں تم کو، جو ان کے سوا ہیں۔ (النساء: ۲۴، ترجمہ عبدالقادر ص ۱۰۰)

آیت مذکورہ کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں مذکورہ حرام رشتوں کے علاوہ ہر عورت سے نکاح حلال ہے لیکن صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھوپھی اور بھتیجی سے (بیک وقت) نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے اور خالہ بھانجی سے (بھی بیک

وقت) نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۵۱۰۸) و صحیح مسلم (۱۴۰۸)
معلوم ہوا کہ اس خاص دلیل کی وجہ سے بیک وقت بیوی کی پھوپھی یا بیوی کی خالہ
سے نکاح جائز نہیں ہے۔

۵) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ کہہ رکھتا ہے تم کو تمہاری اولاد میں، مرد کو حصہ برابر دو عورت
کے۔“ (النساء: ۱۱، ترجمہ عبدالقادر ص ۹۶)

اس آیت کے عموم سے ظاہر ہے کہ کافر بیٹا اپنے مسلمان باپ کا وارث ہو سکتا ہے جبکہ
حدیث میں آیا ہے کہ ((ولا يرث الكافر المسلم)) اور مسلمان کا کافر وارث نہیں
ہوتا۔ (صحیح بخاری: ۶۷۶۳، صحیح مسلم: ۱۶۱۳، ترقیم دارالسلام: ۴۱۴۰ واللفظ لہ)

۶) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”کس نے منع کی ہے رونق اللہ کی، جو پیدا کی اُس نے اپنے
بندوں کے واسطے، اور ستھری چیزیں کھانے کی؟“ (الاعراف: ۳۲، ترجمہ عبدالقادر ص ۱۸۶)
اس آیت کے عموم سے ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے ریشمی لباس پہننا مطلقاً
حلال ہے لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ریشمی لباس عورتوں کے لئے حلال اور مردوں کے
لئے حرام ہے لہذا خاص کے مقابلے میں عام پیش کر کے مردوں کے لئے ریشم کو مطلقاً حلال
قرار دینا غلط ہے۔

۷) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تو کہہ، میں نہیں پاتا، جس حکم میں کہ مجھ کو پہنچا، کوئی چیز حرام،
کھانے والے کو، مگر یہ کہ مردہ ہو یا لہو پھینک دینے کا، یا گوشت سورکا، کہ وہ ناپاک ہے، یا
گناہ کی چیز، جس پر پکارا اللہ کے سوا کسی کا نام۔“ (الانعام: ۱۴۶، ترجمہ عبدالقادر ص ۱۷۸)
اس آیت سے معلوم ہوا کہ صرف چار چیزیں حرام ہیں حالانکہ صحیح احادیث سے
گدھوں، کتوں اور درندوں وغیرہ کا حرام ہونا ثابت ہے۔

۸) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ اور یہ کہ آدمی کو وہی
ملتا ہے جو کمایا۔ (النجم: ۳۹، ترجمہ عبدالقادر ص ۶۳۴)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کو صرف اُس کے اپنے اعمال کا ہی اجر ملتا ہے

لیکن صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ بیٹا بیٹی اپنے والدین کی طرف سے حج کر سکتے ہیں۔
مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۱۸۵۲) صحیح مسلم (۱۱۴۹)، ترقیم دارالسلام: ۲۶۹۷

۹) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو دونوں میں چھٹا حصہ جو
چھوڑ مرا، اگر میت کی اولاد ہے۔“ (النساء: ۱۱، ترجمہ عبدالقادر ص ۹۶)
آیت مذکورہ سے ثابت ہے کہ اگر مرنے والے کی اولاد ہو تو اس کے والدین میں
سے ہر ایک کو میت کی وراثت میں سے چھٹا حصہ ملتا ہے لیکن حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان کا
کافر وارث نہیں ہوتا۔ (دیکھئے فقرہ: ۵)

لہذا اس خاص حدیث کی رو سے کافر والدین اپنے مسلم بیٹے کی وراثت سے محروم
رہتے ہیں۔

۱۰) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اے ایمان والو! جب تم اٹھو نماز کو تو دھو لو اپنے منہ، اور
ہاتھ کہنیوں تک...“ الخ (المائدہ: ۶، ترجمہ عبدالقادر ص ۱۳۱)

آیت مذکورہ سے ظاہر ہے کہ ہر نماز کے لئے وضو کرنا چاہئے، حالانکہ صحیح حدیث سے
ثابت ہے کہ ایک وضو کے ساتھ کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں بشرطیکہ وضو ٹوٹ نہ جائے۔

۱۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے: ایک مرد
کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ الخ (النساء: ۱۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور وارث ہو اسلیمان داؤد کا“ (النمل: ۱۶، ترجمہ عبدالقادر ص ۴۵۵)
ان آیات کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اور رسول کی وراثت ہوتی ہے۔ جبکہ صحیح
حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا نورث ، ما ترکنا صدقة .))
ہماری وراثت نہیں ہوتی، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔

(صحیح بخاری: ۴۰۳۴، صحیح مسلم: ۱۷۵۸، دارالسلام: ۴۵۷۹)

۱۲) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وہی ہے، جس نے بنایا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں
ہے۔“ (البقرہ: ۲۹، ترجمہ عبدالقادر ص ۸)

اس آیت کے عموم سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردوں کے لئے سونا پہننا حلال ہے، جبکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ مردوں کے لئے سونا پہننا حرام اور عورتوں کے لئے حلال ہے۔
(۱۳) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور اللہ نے حلال کیا سودا اور حرام کیا سود“

(البقرہ: ۲۷۵، ترجمہ عبدالقادر ص ۵۸)

اگر کوئی شخص اس آیت کے عموم سے استدلال کر کے یہ کہے کہ ”ایک کلو گندم کے بدلے میں دو کلو گندم لینا جائز ہے“ تو ہم کہیں گے کہ تمہارا استدلال باطل ہے، کیونکہ حدیث میں آیا ہے: ((والبر بالبر... إلا سواء بسواء عیناً بعین فمن زاد أو ازداد فقد أربى)) گندم کے بدلے میں گندم... مگر برابر برابر، نقداً نقد پھر جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اُس نے سود کا کاروبار کیا۔ (صحیح مسلم: ۱۵۸۶، دارالسلام: ۴۰۶۱)

(۱۴) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جن کو طاقت ہے، تو بدلا چاہئے ایک فقیر کا کھانا“

(البقرہ: ۱۸۴، ترجمہ عبدالقادر ص ۳۵)

اگر کوئی شخص اس آیت سے استدلال کرے کہ طاقت ور ہٹے کٹے آدمی کے لئے روزے کے بدلے میں کفارہ (ایک فقیر کو کھانا کھلانا) جائز ہے تو عرض ہے کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اس آیت کا عموم منسوخ ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۴۵۰۷)
لہذا اب شرعی عذر کے بغیر والے ہر شخص پر روزہ فرض ہے۔

(۱۵) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جس جگہ تم ہوا کرو، پھیرو منہ اسی کی طرف“

(البقرہ: ۱۴۴، ترجمہ عبدالقادر ص ۲۸)

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہر وقت ہر حالت میں بیت اللہ کی طرف ہی اپنا رخ رکھنا چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے: اس سے مراد حالت نماز میں بیت اللہ کی طرف رخ کرنا ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۵۲۵، دارالسلام: ۱۱۷۶) اور صحیح بخاری (۴۰)

(۱۶) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”حرام ہوا تم پر، مردہ“ (المائدہ: ۳، ترجمہ عبدالقادر ص ۱۳۰)

یعنی مردار حرام ہے جبکہ حدیث سے ثابت ہے کہ مردار کی کھال دباغت سے پاک

ہو جاتی ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۳۹۲) و صحیح مسلم (۳۶۳، دار السلام: ۸۰۶) لہذا مردار (حلال جانور جو ذبح کے بغیر مر جائے) کی کھال دباغت کے بعد استعمال کرنا جائز ہے۔

۱۷) زانیہ عورت اور زانی مرد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ﴿فَاَجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ﴾ ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔ (النور: ۲) جبکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ شادی شدہ زانی مرد اور شادی شدہ زانیہ عورت، دونوں کو پتھر مار مار کر قتل (یعنی سنگسار) کیا جائے گا لہذا رجم کی خاص سزا کے مقابلے میں عموم قرآن سے استدلال باطل ہے۔

۱۸) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ“ (البقرہ: ۵، ترجمہ عبدالقادر ص ۲۲۷) اس آیت کریمہ میں ہر جگہ (مسلمان سے جنگ کرنے والے) مشرکوں کو قتل کرنے کا حکم ہے جبکہ دوسری آیت میں آیا ہے کہ ”اور نہ لڑو ان سے مسجد الحرام (کے) پاس، جب تک وہ نہ لڑیں تم سے اس جگہ۔“ (البقرہ: ۱۹۱، ترجمہ عبدالقادر دہلوی ص ۳۷) معلوم ہوا کہ خاص کے مقابلے میں عام سے استدلال کرنا غلط ہے۔

۱۹) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور نکاح میں نہ لاؤ شرک والی عورتیں، جب تک ایمان نہ لائیں“ (البقرہ: ۲۲۱، ترجمہ عبدالقادر ص ۲۳۳)

اس آیت میں شرک کرنے والی عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا ہے جبکہ دوسری آیت میں اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح حلال کیا گیا ہے۔ دیکھئے سورۃ المائدہ (آیت: ۵)

حالانکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے والے پولی مسیحی بہت بڑا شرک کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہودیوں کا ایک فرقہ سیدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتا تھا۔! ۲۰) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور پوچھتے ہیں تم سے حکم حیض کا۔ تو کہہ، وہ گندی ہے، سو پرے رہو عورتوں سے حیض کے وقت، اور نزدیک نہ ہو ان سے جب تک کہ پاک نہ

ہو ویں۔“ (البقرہ: ۲۲۲، ترجمہ عبدالقادر ص ۴۴)

آیت مذکورہ میں حیض والی عورتوں سے دُور رہنے کا حکم ہے حالانکہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ یہاں دُور رہنے سے مراد جماع سے دُور رہنا ہے، نہ یہ کہ مطلقاً اُن سے دُور رہا جائے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۳۰۹، دارالسلام: ۶۹۴)

لہذا حیض والی عورتوں کے ہاتھوں کا پکا ہوا کھانا حلال ہے اور ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا حلال ہے۔

۲۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اور طلاق والی عورتیں انتظار کروائیں اپنے تئیں تین حیض تک۔“ (البقرہ: ۲۲۸، ترجمہ عبدالقادر ص ۴۵)

معلوم ہوا کہ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض تک یعنی تین مہینے ہے۔ حالانکہ دوسری آیت سے ثابت ہے کہ حمل والی مطلقہ عورت کی عدت وضع حمل (یعنی بچہ پکی پیدا ہونے) کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ دیکھئے سورۃ طلاق (آیت: ۴)

۲۲) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”پھر اگر اس کو طلاق دے، تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اسکے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اسکے سواء۔“ (البقرہ: ۲۳۰، ترجمہ عبدالقادر ص ۴۶)

اس آیت سے اگر کوئی شخص استدلال کرے کہ ”تین علیحدہ طلاقیں ملنے کے بعد اگر مطلقہ عورت بطورِ حلالہ کسی شخص سے نکاح کر کے طلاق لے لے تو وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاتی ہے۔“ تو عرض ہے کہ یہ استدلال باطل ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے اور حلالہ کرانے والے پر لعنت بھیجی ہے۔

(مسند احمد ۲/۳۲۳ ح ۸۲۷۰ وسندہ حسن صحیح ابن الجارود بروایۃ فی المنہج: ۶۸۴)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حلالہ کے بارے میں فرمایا: رغبت کے بغیر کوئی نکاح نہیں، ہم اسے (حلالہ کو) رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زنا سمجھتے تھے۔

(المستدرک للحاکم ۲/۱۹۹ ح ۲۸۰۶ وسندہ صحیح و صحیح علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی)

۲۳) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ﴾ پھر (وفات

دینے کے بعد) اللہ اُس روح کو روک لیتا ہے جس پر موت کا فیصلہ کرتا ہے۔ (الزمر: ۴۲)
جبکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ”فیعاد روحہ فی جسدہ“ پھر اس (میت) کے جسم میں
روح لوٹائی جاتی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۸۱ ح ۱۲۰۵۸، وسندہ حسن، سلیمان الاعمش صرح بالسماح
عند احمد ۲/۲۸۸ صحیح البیہقی وغیرہ للحدیث شواہد وھو بھصحیح)

معلوم ہوا کہ عموم قرآن سے دنیاوی عادۃ روح کی نفی ثابت ہے اور حدیث سے برزخی
عادۃ روح کا اثبات ہے لہذا خاص کے مقابلے میں عام کو پیش کرنا غلط ہے۔ نیز دیکھئے محترم
محمد ارشد کمال حفظہ اللہ کی کتاب ”المسند فی عذاب القبر“ (ص ۶۷-۸۶، ۱۲۲-۱۵۱)
تنبیہ: کتاب الصلوٰۃ امام احمد بن حنبل سے اور الفقہ الاکبر امام ابو حنیفہ سے باسند صحیح
ثابت نہیں ہیں۔ نیز دیکھئے کتاب: جعلی جزء کی کہانی (ص ۱۹-۲۱)

۲۴) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾
بے شک مومنوں پر نماز، وقت پر فرض ہے۔ (النساء: ۱۰۳)

اس آیت کے عموم سے ثابت ہے کہ پانچ نمازوں کو اُن کے اپنے اوقات میں پڑھنا
فرض ہے لیکن صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ عرفات (ج والے دن) میں ظہر و عصر کی دونوں
نمازیں جمع تقدیم کر کے پڑھنا سنت ہے۔

دیکھئے صحیح مسلم (ج ۴ ص ۴۱ ح ۱۲۱۸، ترقیم دار السلام: ۲۹۵۰ ص ۵۱۵ ب)

عرفات سے واپسی کے بعد مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی جمع تاخیر مسنون ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (۱۶۸۲) صحیح مسلم (۱۲۸۹)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور (عدد ۵۲ ص ۱۷-۲۵)

۲۵) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ﴾ تو نہیں سنا سکتا مَرَدوں کو۔

(النمل: ۸۰، ترجمہ شاہ عبدالقادر ص ۴۶۲)

جبکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مُردہ، دفن ہو جانے کے بعد، اپنے پاس سے واپس
جانے والے لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔

دیکھئے صحیح بخاری (۱۳۳۸، ۱۳۷۴) اور صحیح مسلم (۲۸۷۰، ترقیم دارالسلام: ۷۲۶)۔
تنبیہ: اگر کوئی کہے کہ اس کی سند میں عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ راوی ضعیف ہے، تو اس کے
دو جواب ہیں:

اول: عبدالاعلیٰ ثقہ و صدوق راوی تھے، جمہور محدثین نے اُن کی توثیق کی ہے لہذا بعض
محدثین کی جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

دوم: عبدالاعلیٰ اس روایت میں منفرد نہیں تھے بلکہ اُن کے علاوہ یہی حدیث یزید بن
زریع اور عبدالوہاب بن عطاء دونوں نے سعید بن ابی عروبہ سے بیان کی ہے۔ سعید بن ابی
عروبہ کے علاوہ یہی حدیث شیبان بن عبدالرحمن نے مفسر قرآن قتادہ رحمہ اللہ سے بیان کی
اور قتادہ کے سماع کی تصریح صحیح مسلم میں موجود ہے لہذا اس حدیث پر منکرین حدیث کی ہر قسم
کی جرح مردود ہے۔ والحمد للہ

۲۶) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”حلال ہوئے تم کو چوپائے مویشی، برہا اسکے جو تم کو سنا دیں
گے“ (المائدہ: ۱، ترجمہ عبدالقادر ص ۱۲۹)

یہ بات عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ گدھا ایک چوپایہ مویشی ہے لیکن گدھے کا حرام
ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے لہذا اس آیت کے عموم سے گدھے خارج ہیں۔

۲۷) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ پس جس پر (ذبح
کے وقت) اللہ کا نام لیا جائے، اُسے کھاؤ۔ (الانعام: ۱۱۸)

جبکہ اجماع ہے کہ مجوسی کا ذبیحہ حرام ہے۔ دیکھئے مغنی ابن قدامہ (ج ۹ ص ۳۱۳ مسئلہ: ۷۷۵۲)
معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ کے عموم سے استدلال کر کے مجوسی کے مذبوحوہ جانور کو حلال قرار
دینا غلط ہے۔

تنبیہ: جب اجماع سے عام کی تخصیص جائز ہے تو صحیح حدیث سے بدرجہ اولیٰ عموم قرآن
کی تخصیص جائز ہے۔

۲۸) ارشاد باری تعالیٰ ہے: جس نے برائی کمائی اور اس کے گناہ نے اسے گھیر لیا تو یہ

لوگ دوزخی ہیں، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ (آیت: ۸۱)
اگر کوئی خارجی اس آیت سے استدلال کر کے یہ کہے کہ تمام دوزخی (چاہے کافر تھے یا
مسلمان) ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے تو ہم کہیں گے کہ تمہارا استدلال باطل ہے کیونکہ صحیح
احادیث سے ثابت ہے کہ مسلمان دوزخیوں کو شفاعت وغیرہ کے ذریعے سے آخر کار
دوزخ سے نکالا جائے گا۔

تنبیہ: آیت مذکورہ میں سیئہ اور خطیہ کے عموم کو اگر شرک و کفر سے خاص کر لیا جائے تو
پھر عرض ہے کہ کفار و مشرکین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔
۲۹) اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: تم اور جس کی تم عبادت
کرتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں... سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
دیکھئے سورۃ الانبیاء (آیت: ۹۸، ۹۹)

ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ کفار و مشرکین کے معبود جہنم میں جائیں گے اور دوسری
آیتوں سے ثابت ہے کہ نیک لوگ جہنم سے دور اور محفوظ رہیں گے۔
دیکھئے سورۃ الانبیاء (آیت نمبر ۱۰۱، ۱۰۲)

ثابت ہوا کہ خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل پیش کرنا باطل و مردود ہے۔
۳۰) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ پس قرآن میں
سے جو آسان ہو (نماز میں) پڑھو۔ (الزلزل: ۲۰)

آیت مذکورہ کے عموم سے ثابت ہوا کہ نماز میں مطلق قراءت فرض ہے جبکہ صحیح
حدیث میں آیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ دیکھئے صحیح بخاری (۷۶)
اس خاص دلیل سے معلوم ہوا کہ مطلق قراءت سے مراد سورۃ فاتحہ کی فرضیت ہے اور
دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی قراءت فرض یا واجب نہیں ہے۔
اسی طرح خاص و عام کے اور بھی بہت سے دلائل ہیں مثلاً فرشتوں کا اہل زمین (اہل ایمان)
کے لئے استغفار (دیکھئے سورۃ الشوری: ۵، اور سورۃ المؤمن [غافر] آیت: ۷)

حنفیت کی طرف منسوب فرقے بھی ان بہت سی تخصیصات کو تسلیم کرتے ہیں اور بعض جگہ بغیر کسی شرعی دلیل کے خود تخصیص بھی بنا لیتے ہیں مثلاً:

۱: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ مشرکین نجس ہیں لہذا اس سال کے بعد مسجد حرام (بیت اللہ) کے قریب بھی نہ آئیں۔ دیکھئے سورۃ التوبہ (۲۸)

اس کے مقابلے میں حنفیہ کے نزدیک مسجد حرام میں ذمی کا فرکا داخلہ جائز ہے۔ دیکھئے الہدایہ (آخرین ص ۴۷۴ کتاب الکراہیۃ) در مختار (۲۷۴/۵) شرح السیر الکبیر (۹۳/۱) الاشباہ والنظائر لابن نجیم (۱۷۶/۲) احکام القرآن للجصاص (۸۸/۳) بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ (۵۸۲/۳)

۲: قرآن مجید میں سو کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر حنفیہ کے نزدیک دار الحرب میں مسلمان کے لئے سو دکھانا جائز ہے۔ دیکھئے الہدایہ (آخرین ص ۸۶ باب الربوا)

۳: قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ قاتل کو قتل کے بدلے میں قتل کیا جائے گا لیکن حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی بالغ یا نابالغ کو پانی میں ڈبو کر قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ دیکھئے الہدایہ (آخرین ص ۵۶۶، باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبہ)

۴: قرآن سے ثابت ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا لیکن حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی جگہ نقب لگا کر داخل ہو اور سارا مال لے کر اپنے ساتھی کے حوالے کر دے جو مکان سے باہر تھا، تو دونوں کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ (دیکھئے الہدایہ اولین ص ۵۴۵ باب ما یقطع فیہ وما لا یقطع) اگر یہ لوگ خود اپنے باطل قیاسات کی بنیاد پر عموم قرآن کی تخصیص کر دیں تو ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں لیکن اگر کوئی شخص صحیح خبر واحد سے قرآن کی تخصیص کر دے تو بڑا حرج بن جاتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسا انصاف ہے!

اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی تخصیص صحیح حدیث (خبر واحد) کے ساتھ جائز ہے اور خاص دلیل عام دلیل پر مقدم ہوتی ہے لہذا خاص کے مقابلے میں عام دلیل کبھی پیش نہیں کرنی چاہئے۔

تصنيف: حافظ ابن کثیر ترجمہ و حواشی: حافظ زبیر علی زئی

اختصار علوم الحديث (قسط نمبر ۱۰)

(۲۶) چھبیسویں قسم: صفتِ روایتِ حدیث

ابن الصلاح نے کہا: ایک قوم نے روایت میں تشدد کیا ہے، اُن میں سے بعض نے یہ شرط لگائی ہے کہ روایت حفظِ راوی یا اس کے مذاکرے سے ہو، انھوں (ابن الصلاح) نے مالک، ابو حنیفہ اور ابو بکر الصیدلانی (محمد بن داود بن محمد) المروزی سے نقل کیا ہے۔^(۱)

جمہور کے نزدیک یہی کافی ہے کہ راوی کا سنی ہوئی چیز کے بارے میں سماع ثابت ہو، اگر یہ دوسرے کے خط سے ہو یا نسخہ غائب (دور یا گم) ہو جائے، اگر ظن غالب ہو کہ یہ تبدیلی اور تغیر سے محفوظ ہے (تو اس کی روایت جائز ہے۔)

بعض دوسرے لوگوں نے ایسے نسخوں کے بارے میں صرف طالب علم کے قول: ”یہ آپ کی روایت میں سے ہے“ پر تحقیق، نسخہ دیکھنے اور سماع تلاش کرنے کے بغیر اعتماد کرتے ہوئے تساہل (زہمی) اختیار کر کے روایت کی اجازت دی ہے، جن نسخوں کا مقابلہ نہیں کیا گیا۔

انھوں (ابن الصلاح) نے کہا: ایسے لوگوں کو حاکم نے مجروح راویوں میں شمار کیا ہے۔

(دیکھئے المدخل الی کتاب الاکلیل للحاکم ص ۶۵-۶۶)

فرع (۱): خطیب بغدادی نے کہا: نابینا یا دیکھنے والے ان پڑھ سے سماع دوسرے کے خط یا قول سے ثابت ہو تو اس کی روایت میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض علماء اس کی روایت سے منع کرتے ہیں اور بعض اسے جائز سمجھتے ہیں۔ (دیکھئے الکفایہ ص ۲۲۹)

(۱) قول امام مالک (الکفایہ ص ۲۲۷ وسندہ صحیح)

قول امام ابو حنیفہ (الکفایہ ص ۲۳۱، اُس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

قول صیدلانی (۲)

دوسری فرع (۲): جب کسی شیخ سے صحیح بخاری جیسی کتاب روایت کرے پھر اس کا ایسا نسخہ پائے جس کا مقابلہ اس نے اپنے استاذ کے اصل نسخے سے نہیں کیا، یا اس پر اپنے اصل سماع کا ثبوت نہ پائے لیکن اسے اس کے صحیح ہونے پر دلی سکون ہو تو خطیب نے عام اہل حدیث سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس کی روایت سے منع کیا ہے اور یہی قول شیخ ابونصر ابن الصباغ الفقیہ کا ہے۔ ایوب (سختیانی) اور محمد بن بکر البرسانی سے اس کی اجازت مروی ہے۔^(۱) میں (ابن کثیر) نے کہا: میں اسی کا قائل ہوں۔ واللہ اعلم

شیخ تقی الدین ابن الصلاح نے درمیانی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس کے شیخ نے اسے اجازت دی ہو تو اس کی روایت جائز ہے اور حال یہی ہے۔

دوسری فرع (۳): اگر حافظ کے حافظے اور اس کی کتاب میں اختلاف ہو جائے، اگر اس کا حفظ کے وقت اعتماد کتاب پر تھا تو کتاب کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر کسی اور (مثلاً محدث سے سنے الفاظ) پر تھا تو پھر حافظے کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ وہ کتاب میں اس پر تنبیہ کر دے جیسا کہ شعبہ سے مروی ہے۔

(دیکھئے مسند علی بن الجعد: ۱۶۳، دوسرا نسخہ: ۱۵۹)

اور اسی طرح اگر دوسرے حفاظ حدیث اس کی مخالفت کریں تو روایت کے وقت یہ بھی بتادے جیسا کہ سفیان ثوری نے کیا ہے۔ واللہ اعلم (سفیان ثوری والی روایت تو نہیں لی لیکن سفیان بن عیینہ سے ایسا ثابت ہے۔ دیکھئے مسند الحمیدی: ۵۲، اور الکفای ص ۲۲۵)

دوسری فرع (۴): اگر کسی کتاب میں اپنا سماع اپنے خط یا کسی قابل اعتماد شخص کے خط سے پالے لیکن اسے اپنا سماع یاد نہ ہو تو ابوحنیفہ^(۱) اور بعض شوافع سے مروی ہے کہ اس کے لئے اس کی روایت جائز نہیں ہے۔ عام مذہب شافعی یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ محمد بن الحسن (بن فرقد الثیبانی) اور (قاضی) ابو یوسف اسی کے قائل ہیں۔^(۱)

(۱) ان اقوال کے ثبوت میں نظر ہے۔ واللہ اعلم

اس میں غالب گمان پر اعتماد ہے جس طرح کہ ہر حدیث کے لئے سماع کا یاد ہونا شرط نہیں ہے اسی طرح اصل کتاب کے لئے بھی سماع کا یاد ہونا شرط نہیں ہے۔
[میں (ابن کثیر) نے کہا: یہ اس کے مشابہ ہے کہ راوی جب اپنا سماع بھول جائے تو وہ جس سے سُن لے اس کی روایت جائز ہے۔ اس کا بھولنا مضرت نہیں ہے۔ واللہ اعلم]
دوسری فرع (۵): حدیث کی روایت بالمعنی

اگر راوی معانی حدیث کا عالم اور پہچاننے والا نہ ہو تو بالاتفاق اس حالت میں اس کا روایت بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر وہ اس کا عالم ہو، الفاظ جس پر یہ دلالت کرتے ہیں اور مترادف الفاظ وغیرہ کی بصیرت رکھتا ہو تو جمہور سلف صالحین اور اخلاف (بعد میں آنے والوں) نے اسے جائز قرار دیا ہے اور اسی پر عمل ہے جیسا کہ صحیح احادیث وغیرہ میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ ایک ہی واقعہ بہت سے الفاظ اور مختلف جدا طریقوں سے مروی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بعض حدیثیں (متن کے لحاظ سے) بدل جاتی ہیں لہذا دوسرے کئی محدثین، فقہاء اور علم اصول کے ماہرین نے روایت بالمعنی سے منع کیا ہے اور انھوں نے اس میں بہت زیادہ سختی کی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہی (مذہب) اختیار کیا جاتا مگر اس پر اتفاق نہ ہو سکا۔ واللہ اعلم
(سیدنا) ابن مسعود، ابوالدرداء اور انس (بن مالک الانصاری) رضی اللہ عنہم جب حدیث بیان کرتے تو فرماتے: ”یا اس جیسا“ ”اس کے مشابہ“ یا ”اس کے قریب“ (آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔)

دوسری فرع (۶): کیا حدیث کو مختصر یا بعض حصہ حذف کر کے بشرطیکہ محذوف کا مذکور سے لازمی تعلق نہ ہو، بیان کرنا جائز ہے؟ اس کے بارے میں دو اقوال ہیں:

(امام) ابو عبد اللہ البخاری کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ بہت سے مقامات پر حدیث کو مختصر بیان کر دیتے ہیں۔ مگر (امام) مسلم حدیث کو کاٹتے نہیں بلکہ پوری حدیث بیان کر دیتے ہیں۔ اس وجہ سے بہت سے مغربی (اندلسی) حفاظ حدیث نے اسے (صحیح مسلم کو) ترجیح دی

ہے۔ صحیح بخاری کی بہ نسبت آسانی کی وجہ سے انھوں نے بہ آرام اس کی شروحات لکھی ہیں۔
امام بخاری تو حدیث کو حسب ضرورت مختلف مقامات پر پھیلا دیتے ہیں۔
قدیم و جدید زمانے کے جمہور علماء اسی مذہب پر ہیں کہ (حدیث کو مختصر کر کے بیان کرنا)
جائز ہے۔ ابن الحاجب نے اپنی کتاب ”المختصر“ میں کہا:
”مسئلہ: اکثریت کے نزدیک حدیث کا بعض حصہ حذف کر دینا جائز ہے الا یہ کہ محذوف
حصے میں حدیث کی انتہایا استثناء وغیرہ موجود ہو (تو جائز نہیں ہے)۔ [منتہی الوصول ص ۸۵]
اگر (متن و سند میں) کسی زیادت کے بارے میں شک ہو جائے تو اسے حذف کرنا
جائز ہے۔ عام طور پر اسی پر عمل ہے۔ مالک (رحمہ اللہ) احتیاط کرتے ہوئے ایسا (اختصار)
بہت زیادہ کرتے تھے بلکہ جب آپ کو سند کے موصول ہونے میں شک ہوتا تو سند بھی کاٹ
دیتے تھے۔

مجاہد (تابعی) نے کہا: حدیث کو کم کر دو مگر اس میں زیادتی نہ کرو۔

المحدث الفاصل للامام ہرمزی ص ۵۴۳ رقم ۷۱۵، الکفایہ ص ۱۸۹، وسندہ صحیح

دوسری فرع (۷): حدیث کے طالب علم کو عربی زبان کا عالم ہونا چاہئے۔

(عبدالملک بن قزیب) الاصحعی نے کہا: مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر وہ عربی نہیں جانتا تو آپ
(ﷺ) کے اس ارشاد میں داخل ہو جائے گا: جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا
ٹھکانا آگ میں بنالے۔ کیونکہ نبی ﷺ زبان بولنے میں لحن (غلطی) نہیں کرتے تھے۔^(۱)
رہی تصحیف (لکھنے پڑھنے کی غلطی) تو اس کا علاج یہ ہے کہ ماہر اساتذہ سے سُن کر علم
حاصل کیا جائے اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

(۱) روضۃ العقلاء لابن حبان (ص ۲۲۳) اس کی سند سہل بن ہانی (کے نامعلوم ہونے) کی وجہ سے ضعیف
ہے۔ قاضی عیاض کی الامناع (ص ۱۳۰) اور خطابی کی غریب الحدیث میں اس کی دوسری سند بھی ہے لیکن اس میں
”بعض اصحابنا“ مجہول ہے۔

اگر استاذ سے غلطی ہو جائے تو سننے والے کو چاہئے کہ صحیح طریقے سے روایت بیان کرے۔ یہی بات اوزاعی، ابن المبارک اور جمہور سے مروی ہے۔

(دیکھئے الجامع لاخلق الراوی وآداب السامع ۲۳۲)

محمد بن سیرین اور ابو عمر عبداللہ بن سَخْبَرہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: جس طرح استاذ سے غلط سنا ہے اُسی طرح غلط بیان کرے۔^(۱)
ابن الصلاح نے کہا: یہ اتباع الفاظ میں غلو والا مذہب ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: عام شیوخ کا اسی پر عمل جاری ہے کہ جس طرح اُن تک روایت پہنچی ہے اُسی طرح آگے بیان کر دیں۔ وہ اپنی کتابوں میں اسے تبدیل نہیں کرتے حتیٰ کہ قرآن کی قراءات میں بھی اُن کا یہی عمل ہے۔

(عام) تلاوت کے خلاف ان کی روایت جاری رہتی ہے۔ بغیر اس کے کہ یہ شاذ قرار دیا جائے جیسا کہ صحیحین اور موطا میں پایا جاتا ہے لیکن حدیث کی معرفت رکھنے والے سماع کے وقت اور حواشی میں اس کے بارے میں تنبیہ کر دیتے ہیں۔ (دیکھئے الاماع ص ۱۳۱، ۱۳۲)
بعض لوگ کتابوں میں تبدیلی اور اصلاح کی جرأت شروع کر دیتے ہیں جیسا کہ ابوالولید ہشام بن احمد الکنانی القشی (الاندلسی) نے کثرت مطالعہ اور فنون پر مہارت کی وجہ سے یہ کام کیا۔

(ابن الصلاح نے) کہا: انھیں (القشی کو) کئی چیزوں میں غلطی لگی اور اسی طرح ان کا طرزِ عمل اختیار کرنے والوں کو غلطیاں لگتی ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تبدیلی اور اصلاح کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے تاکہ جو ماہر نہیں ہے وہ اس کی جرأت نہ کرنے لگے اور سماع کے وقت اس پر

.....
(۱) اس کے ثبوت میں نظر ہے۔ نیز دیکھئے المحرر الفاصل (ص ۵۳۵) جامع بیان العلم لابن عبدالبر (۸۰/۱) اور کتاب العلم لابن ابی خيثمة (رقم ۱۳۴) تاہم یہ ثابت ہے کہ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ روایت باللفظ کے قائل تھے اور اس میں تشدد کرتے تھے۔

تنبیہ کر دینی چاہئے۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ ان کے والد (امام احمد بن حنبل) فاحش غلطی^(۱) کی اصلاح کر دیتے تھے اور ہلکی پھلکی غلطی سے درگزر فرماتے تھے۔

(الکفایہ ص ۱۸۷، وسندہ ضعیف لا نقطاعہ)

میں (ابن کثیر) نے کہا: بعض لوگ جب اپنے استاد سے لُحْن والی روایت سنتے ہیں تو اس سے روایت ہی ترک کر دیتے ہیں کیونکہ وہ اس کی اتباع کریں تو (سب جانتے ہیں کہ) نبی ﷺ اپنے کلام میں لُحْن نہیں کرتے تھے اور اگر صحیح طریقے سے بیان کریں تو (یہ جھوٹ ہے کیونکہ) انھوں نے ایسا نہیں سنا تھا۔

فرع (۸): جو معلوم (و مشہور) چیز سند یا متن سے گر جائے تو اس کے لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح اگر کتاب کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے تو صحیح طریقے سے اس کی تجدید کرنا جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اور اللہ جانتا ہے کہ کون فسادی ہے اور کون اصلاح کرنے والا ہے۔ [البقرہ: ۲۲۰]

دوسری فرع (۹): جب راوی دو استادوں یا زیادہ سے روایت بیان کرے اور ان کے الفاظ میں اختلاف ہو تو اگر وہ سب کا متن اکٹھا کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ زہری نے اِفْک والی حدیث میں کیا ہے۔ اسے انھوں نے سعید بن المسیب اور عروہ (بن الزبیر) وغیرہما سے انھوں نے (سیدہ) عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے بیان کرتے ہوئے کہا: ”ان سب نے مجھے حدیث کا کچھ کچھ حصہ سنا یا ہے۔ ان کی روایات ایک دوسرے میں داخل ہو (کر ایک متن بن گئی ہیں۔“ پھر انھوں نے سارا متن اکٹھا بیان کر دیا۔ یہ عمل جائز ہے کیونکہ اسے (تمام) اماموں کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔ انھوں نے اسے اپنی کُتُب صحاح

(۱) فاحش غلطی کی اصلاح کی مثال یہ ہے کہ ”قَالَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ“ اس کی فوراً اصلاح کر کے ”قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا“ لکھ دینا چاہئے۔

وغیرہ میں روایت کیا ہے۔^(۱)

راوی کو چاہئے کہ ہر ایک کی روایت کو علیحدہ علیحدہ، کئی بیشی اور حدیثاً ناوئاً ناوئاً وغیرہ کے ساتھ بیان کرے۔

(امام) مسلم اپنی کتاب صحیح مسلم میں مبالغہ کرتے ہوئے اس کا خاص خیال رکھتے ہیں جبکہ (امام) بخاری عام طور پر اس کا خاص خیال نہیں رکھتے اور نہ توجہ دیتے ہیں۔ وہ بعض مقامات پر اس کا خیال رکھتے ہیں اور یہ نادر ہے۔ (مثلاً دیکھئے صحیح بخاری: ۵۵۸۷)

فرع (۱۰): اپنی طرف سے صراحت کر کے راوی کے نسب میں اضافہ کرنا جائز ہے اور یہی بات (امام) احمد بن حنبل اور جمہور محدثین سے مروی ہے۔ واللہ اعلم

(دیکھئے الکفایہ ص ۲۱۵، وسندہ ضعیف عن احمد لانقطاع)

فرع (۱۱): محدثین کی یہ عادت جاری رہی ہے کہ جب وہ قراءت کرتے تو یہ کہتے تھے:

”مجھے فلاں نے خبر دی، کہا: ہمیں فلاں نے خبر دی، کہا: ہمیں فلاں نے خبر دی“

ان میں سے بعض ”قال“ (کہا) کا کلمہ (لکھتے وقت) حذف کر دیتے تھے اور اکثریت کے نزدیک یہ بہتر ہے۔ جو حدیثیں ایک سند سے ہوں مثلاً ”عبدالرزاق عن معمر عن ہمام عن أبي هريرة“ کی سند والانسخہ ”محمد بن عمرو عن أبي سلمة عن أبي هريرة“ والانسخہ ”عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده“ والانسخہ ”بہز بن حکیم عن أبيه عن جده“ وغیرہ والے نسخے تو راوی کے لئے جائز ہے کہ ہر حدیث کے وقت سند دوبارہ بیان کر دے اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلی حدیث کے ساتھ سند بیان کر کے باقی حدیثوں میں ”اسی سند کے ساتھ“ اور ”اسی کے ساتھ“ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ

(۱) معلوم ہوا کہ امام زہری کی بیان کردہ حدیث اکثر بالاجماع صحیح ہے اور اسے ساری امت نے تلقی بالقبول

کا درجہ دیا ہے لہذا عصر حاضر کے بعض نواصب اور منکرین حدیث کا اس پر جرح کرنا مردود ہے۔

حدیث الاقل کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۲۶۶۱) اور صحیح مسلم (۲۷۷۰)

فرمایا ہے، ”کہہ دے۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس نے جیسے سنا ہے اُسی طرح بیان کرے اور ہر حدیث کے ساتھ سند بیان کرنا بھی جائز ہے۔

میں (ابن کثیر) نے کہا: یہ معاملہ بہت آسان (اور ہر لحاظ سے جائز) ہے۔ واللہ اعلم اگر متن کو سند سے پہلے بیان کر دے جیسے کہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا ہے“ پھر ”أخبرنا“ کہہ کر اس کی سند بیان کرے تو کیا راوی کے لئے جائز ہے کہ پہلے سند بیان کرے اور پھر متن بیان کرے؟ اس میں اختلاف ہے جسے خطیب اور ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے الکفایہ ص ۲۱۱، ۲۱۲ و مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۰۶)

میرے نزدیک اس کا جائز ہونا ہی زیادہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم اسی لئے ہمارے زمانے کے محدثین حدیث کی روایت کے بعد شیخ کی سند دہرا دیتے ہیں کیونکہ بعض لوگوں سے کوئی چیز رہ جاتی ہے تو اس طریقے سے اس کا شیخ سے سماع متصل ہو جاتا ہے۔

اس کے لئے جائز ہے کہ جیسے چاہے روایت کرے، سند پہلے بیان کر دے یا بعد میں۔ واللہ اعلم

فرع (۱۲): جب اپنی سند سے ایک حدیث بیان کرے پھر اس کے بعد دوسری سند ذکر کرے آخر میں ”مثله“ یا ”نحوه“ کہہ دے اور یہ شخص ثقہ حافظ ہو تو کیا دوسری سند کے ساتھ پہلی حدیث کے الفاظ بیان کرنے صحیح ہیں؟

شعبہ کہتے ہیں: نہیں، اور ثوری کہتے ہیں: جی ہاں، ان سے وکیع نے نقل کیا ہے۔

(دیکھئے الکفایہ ص ۲۱۳ و سندہ صحیح)

یحییٰ بن معین نے کہا: ”مثله“ والے قول میں یہ جائز ہے اور ”نحوه“ میں جائز نہیں ہے۔

(الکفایہ ص ۲۱۳، اس کی سند محمد بن حمید بن سہل الحمری کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

خطیب نے کہا: اگر روایت بالمعنی کو جائز کہا جائے تو مثله اور نحوه میں کوئی فرق نہیں ہے، اور

اس کے باوجود میں ابن معین کے قول کو اختیار کرتا ہوں۔ واللہ اعلم (الکفایہ ص ۲۱۴)

اگر ایک سند بیان کر کے بعض حدیث ذکر کرے، پھر کہے: ”الحديث“ ”الحديث“
بتمامہ ”یا“ بطولہ ”یا“ الی آخرہ ”(الخ) جیسا کہ عام راویوں کی عادت ہے تو کیا
سننے والا اس سند کے ساتھ ساری حدیث بیان کر سکتا ہے؟
بعض نے اس کی اجازت دی اور بعض نے اس سے منع کیا جن میں استاذ ابو اسحاق
الاسفرائینی الفقیہ الاصولی بھی ہیں۔

ابوبکر البرقانی نے اپنے شیخ ابوبکر الاسماعیلی سے اس کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے
کہا: اگر شیخ اور پڑھنے والا دونوں حدیث جانتے ہیں تو مجھے امید ہے کہ یہ جائز ہے اور بہتر
یہی ہے کہ یہ فرق واضح بیان کیا جائے۔ (الکفایہ ص ۳۱۱)
ابن الصلاح نے کہا: جب ہم اسے جائز قرار دیں تو متحقق یہی ہے کہ اس کے ساتھ مضبوط
و موکد اجازت ہو۔

میں (ابن کثیر) نے کہا: اس میں تفصیل بیان کرنی چاہئے۔ اگر اس نے حدیث مذکور کو اسی
استاذ سے اسی مجلس یا کسی دوسرے وقت سنا ہے تو روایت جائز ہے۔ جس کا بیان گزر چکا اور
سماع ثابت ہو چکا ہے یہ اس کے لئے اشارہ ہو جائے گا (ورنہ نہیں)۔ واللہ اعلم
فرع (۱۳): رسول کا لفظ نبی سے اور نبی کا لفظ رسول سے بدلنا۔
ابن الصلاح نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور اگرچہ روایت بالمعنی جائز ہے
یعنی ان کے معنوں کے درمیان اختلاف ہے۔

عبداللہ بن احمد سے منقول ہے کہ ان کے والد (امام احمد بن حنبل) اس بارے میں سختی
کرتے تھے۔ اگر کتاب میں نبی کا لفظ ہوتا اور محدث رسول لکھ دیتا تو آپ رسول کو کاٹ کر
نبی لکھتے تھے۔ (الکفایہ ص ۲۴۴ و سندہ صحیح)

خطیب نے کہا: آپ کا یہ فعل استحباب پر محمول ہے کیونکہ آپ کا مسلک یہ ہے کہ یہ جائز ہے۔
(الکفایہ ص ۲۴۴)

صالح (بن احمد بن حنبل) نے کہا: میں نے اپنے والد سے اس کے بارے میں پوچھا تو

انھوں نے کہا: میرا خیال ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(الکفایہ ص ۲۴۲ وسندہ صحیح، ابوطالب علی بن محمد بن احمد بن الجہم الکاتب ثقہ)

مروی ہے کہ حماد بن سلمہ کے سامنے عفان (بن مسلم) اور بہز (بن اسد) یہ کام کرتے تھے تو انھوں نے کہا: تم دونوں کبھی فقیہ نہیں بنو گے۔ (الکفایہ ص ۲۴۲، ۲۴۵ وسندہ ضعیف، فی شیخ مجہول) فرغ (۱۴): حالت مذکورہ والی روایت، کیا اس کی روایت جائز ہے؟

ابن الصلاح نے ابن مہدی، ابن المبارک اور ابو زرعہ (رازی) سے نقل کیا ہے کہ اسے بطور حدیث بیان کرنا ممنوع ہے کیونکہ اس میں تساہل پایا جاتا ہے اور حافظہ دھوکا دے جاتا ہے۔^(۱)

ابن الصلاح نے کہا: اسی لئے بڑے حفاظ حدیث نے یاد کردہ روایت کو کتاب کے بغیر بیان کرنے سے منع کیا ہے جن میں احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔ (الجامع لاخلاق الراوی: ۱۰۳۱، وھو حسن) (ابن الصلاح نے) کہا: جب اسے بطور حدیث بیان کرے تو یہ کہے: ”فلاں نے ہمیں یہی حدیث مذاکرے کے طور پر یاد کرے میں سُنائی“ اسے مطلقاً (اس صراحت کے بغیر) بیان نہ کرے ورنہ وہ ایک قسم کی تدلیس کا مرتکب ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

اگر حدیث دو راویوں سے مروی ہو تو یہ جائز ہے کہ ان میں سے ثقہ کا ذکر کر کے دوسرے کو گرا دے، چاہے وہ گرایا جانے والا ثقہ ہو یا ضعیف۔

(امام) ابن لہیعہ کے بارے میں مسلم ایسا عام طور پر کرتے تھے۔ رہے (امام) احمد بن حنبل تو وہ اسے گرانے کے بجائے ذکر کرتے تھے۔ واللہ اعلم

(۱) ☆ قول عبدالرحمن بن مہدی (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۱۱۱۰، اس کی سند ابراہیم بن محمد الکندی کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ح ۱۱۱۱، اس کی سند شعیب بن علی القاضی کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

☆ قول عبداللہ بن المبارک (الجامع لاخلاق الراوی: ۱۱۱۲، اس کی سند محمد بن الحسن الباشی، احمد بن حسن بن عثمان القاضی اور احمد بن محمد بن سلیمان التستری کی وجہ سے ضعیف ہے۔)

☆ قول ابی زرعہ الرازی (الجامع لاخلاق الراوی: ۱۱۱۳، وسندہ صحیح)

اعظم المبارکی

احسن الحديث

مومنین کے اوصاف

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝﴾

مومنین کی بات تو یہ ہے کہ جب انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے، تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے، تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اللہ سے ڈرے اور (گناہوں سے) دُور رہے تو یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔ (النور: ۵۱، ۵۲)

☆ تمام مسائل و امور کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی روشنی میں کرنا چاہئے۔
☆ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے آجانے کے بعد اس سے اعراض کرنا اور اس کی خود ساختہ تاویل کرنا، مومنین کی شان نہیں ہے۔

☆ مومنین کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔
☆ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں ہی دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی کا راز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے یقیناً (جنت میں داخل ہونے سے) انکار کیا۔ (صحیح بخاری: ۷۲۸۰، مختصر)

☆ اللہ تعالیٰ سے اپنی سابقہ زندگی کے بارے میں ڈرتے رہنا چاہئے اور باقی ماندہ زندگی تقویٰ کے ساتھ گزارنی چاہئے۔ ☆ مومنین دنیا میں بھی کامیاب ہوں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل کرے گا۔ (ان شاء اللہ)
☆ مومنین جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

حافظ زبیر علی زئی

صحیح حدیث وحی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ اور ہم نے آپ کی طرف ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اسے بیان کر دیں جو نازل کیا گیا ہے اور شاید وہ غور و فکر کریں۔ (النحل: ۴۴)

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيِّنَاتِهِ﴾ پھر اس کا بیان ہمارے ذمہ ہے۔ (القیلۃ: ۱۹)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وإنما كان الذي أوتيت وحياً أوحاه الله إلي)).
مجھے جو دیا گیا ہے وہ وحی ہے جسے اللہ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری: ۷۲۷۴، صحیح مسلم: ۱۵۲)
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((فأوحى إلي أنكم تفتنون في قبوركم)).

پس میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تمہیں قبروں میں آزمایا جاتا ہے.... (صحیح بخاری: ۸۶)
ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور بے شک اللہ نے میری طرف وحی کی ہے کہ (لوگو!) تو اضع اختیار کرو حتیٰ کہ کوئی کسی دوسرے پر فخر نہ کرے اور کوئی کسی دوسرے پر ظلم نہ کرے۔ (صحیح مسلم: ۲۸۶۵، دارالسلام: ۷۲۱۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ألا إني أوتيت الكتاب ومثله معه)). سن لو! مجھے کتاب اور اس کی مثل (وحی حدیث) عطا کی گئی ہے۔ (مسند احمد: ۱۳۰/۴، ۱۳۱/۴، ۱۷۱/۴، مسند صحیح)
اس میں مثل سے مراد وحی غیر متلو (یعنی حدیث) ہے۔ (دیکھئے عون المعبود ج ۴ ص ۳۲۸ ح ۴۶۰۴)
مشہور ثقہ تابعی حسان بن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جبریل (علیہ السلام) رسول اللہ ﷺ کے پاس سنت (حدیث) لے کر (ایسے) نازل ہوتے جیسے قرآن لے کر نازل ہوتے تھے اور وہ آپ کو جس طرح قرآن سکھاتے، اُسی طرح یہ بھی (سنت/ حدیث) سکھاتے تھے۔ (السیۃ الامام محمد بن نصر المروزی: ۱۰۲، وسندہ صحیح)

حدیث رسول کے وحی غیر متلو ہونے پر علمائے کرام کے اقوال کے لئے دیکھئے فتح الباری
(۱۵/۴، تحت ح ۱۸۱۴) اور الاحکام لابن حزم (۵۰۹/۲)